اختر تاباں

تذکرہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تذکرہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ)

اخترِ تاباں

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
مهتمم وشيخ الحديث
جامعه عربيه امداديه مرادآباد
وخلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت مولانا
شاه حكيم محمد اختر صاحب رحمة الله عليه
Mob`ile: **09412866177**

ناشر:
مركز الكوثر التعليمي والخيرى مراداباد

اشاعت کی عام اجازت ہے۔

تفصیلات

نام کتاب	:	اخترِ تاباں
تالیف	:	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
طبع اول	:	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق نومبر ۲۰۱۴ء
کمپوزنگ	:	محمد شعیب قاسمی سیتاپوری
صفحات	:	۱۰۰
ناشر	:	**مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد**
قیمت	:	

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مکتبہ الفرقان لکھنؤ

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

مشمولات

- ارشاد قرآنی ۷
- ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۸
- مرشدی حضرت والاؒ کی نذر ۹
- انتساب ۱۰
- عرض مرتب ۱۱
- اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے ۱۳
- انتہائی روح فرسا حادثہ ۱۳
- ولادت ۱۴
- والد صاحبؒ کی حضرت والاؒ سے محبت ۱۴
- تعلیم اور ابتدائی دور کے حالات ۱۴
- طب کی تعلیم ۱۶
- حضرت تھانویؒ سے عقیدت ۱۷
- والد صاحبؒ کی وفات ۱۷
- حضرت مولانا محمد احمد پرتا بگڈھیؒ کی بارگاہ میں ۱۷
- حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے دامن تربیت میں ۱۹
- اپنی والدہ کا حضرت پھولپوریؒ سے نکاح ۲۰

- حضرت پھولپوریؒ کی بے مثال خدمت ۲۱
- حضرت پھولپوری سے باضابطہ تلمذ ۲۲
- حضرت والا کا نکاح، ہجرت اور اہلیہ صاحبہ کی قربانی اور دینداری کے امتیازات ۲۳
- حضرت پھولپوریؒ سے بے نظیر اور قابل رشک خادمانہ وفادارانہ تعلق ۲۵
- حضرت محی السنۃؒ کے دربار میں ۲۶
- اپنے شیوخ سے غایت تعلق اور جذبۂ احسان مندی........................ ۲۶
- خانقاہ اشرفیہ ۲۸
- جامعہ اشرف المدارس ۲۹
- خدمتِ خلق........................ ۲۹

❑ مواعظ و تالیفات ۳۰-۳۹

- معارف مثنوی........................ ۳۰
- باتیں ان کی یادرہیں گی ۳۵
- روح کی بیماریاں اور ان کا علاج ۳۶
- پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں........................ ۳۷
- فیضان محبت ۳۷
- علم اور علماء کرام کی عظمت ۳۷
- پردیس میں تذکرہ وطن........................ ۳۸
- دنیا کی حقیقت........................ ۳۸
- مواعظ دردمحبت ۳۹

❑ حضرت والا کے نمایاں امتیازات ۴۰-۸۴

- حضرت والاؒ کا پہلا خاص امتیاز: بدنظری اور زنا کے فتنے کے خلاف مسلسل جہاد ۴۰
- حضرت والاؒ کا دوسرا خاص امتیاز: سوز دروں اور خوش مزاجی کا بے نظیر امتزاج ۴۲
- حضرت والاؒ کا تیسرا خاص امتیاز: ساحرانہ تاثیر ۴۶
- حضرت والاؒ کا چوتھا امتیاز: کمال تقوی ۴۸
- پانچواں امتیاز: زبان کی حفاظت کا خاص اہتمام ۵۱
- چھٹا امتیاز: عشق خدا ورسول اور اتباع سنت ۵۲
- ساتواں امتیاز: حضرت والا کی شان زہد و استغناء ۶۱
- آٹھواں امتیاز: اتحاد امت کی فکر اور تعصب سے نفرت ۶۶
- نواں امتیاز: قرآن اور معارف قرآن سے خاص شغف ۶۷
- دسواں امتیاز: اعلیٰ ذوق شعری ۶۷
- گیارہواں امتیاز: خلفاء کی مسلسل نگرانی ۶۸
- بارہواں امتیاز: بلند پایہ علمی رسوخ اور نکتہ رسی ۶۸
- (۱) صدیق کی تعریف ۶۹
- (۲) منافق: مستقل احمق ۶۹
- (۳) قرآنی اسلوب کی حکمت ۷۰
- (۴) فرار الی اللہ (اللہ کی طرف بھاگنے) کی تفسیر ۷۱
- (۵) ''امام عادل'' کی عجیب الہامی شرح ۷۲
- (۶) ایک فقہی مسئلے سے صحبت اہل اللہ پر عجیب استدلال ۷۳
- (۷) وراثت کا مسئلہ ۷۴
- (۸) شکر ذریعۂ قرب ہے ۷۵
- (۹) حافظ قرآن کو تہجد گذار ہونا چاہئے ۷۶

- (۱۰) بخاری کی آخری حدیث سے متعلق ایک منفرد علم عظیم ۷۷
- (۱۱) تقدیر کے متعلق ایک اشکال کا جواب ۸۱
- (۱۲) ایک دعا کی بے مثال تشریح ۸۲

❑ احقر کا حضرت والاؒ سے تعلق ۸۵

- حضرت والاؒ کی علالت ۸۵
- وفات حسرت آیات ۸۶

❑ حضرت والا بعض اکابر امت کی نظر میں ۸۸-۹۳

- (۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ۸۸
- (۲) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم ۹۰
- (۳) حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم ۹۰
- (۴) حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم ۹۱
- (۵) حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم ۹۱
- (۶) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم ۹۲
- (۷) حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم ۹۳

❑ جانشین اور خلفاء ومجازین ۹۴-۹۶

- جانشین ۹۴
- ممتاز خلفاء ومجازین ۹۴

❑ مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں ۹۷-۱۰۰

ارشاد قرآنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَلاإِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَایَحْزَنُوْنَ، اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ، لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ، لاَ تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ،ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ.

یادرکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں، ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کے لئے خوش خبری ہے، دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی زبردست کامیابی ہے۔

(یونس/۶۲-۶۴)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الأَوَّلَ فَالأَوَّلَ، وَيَبْقَىٰ حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمرِ، لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهُ بَالَةً.

(صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحين)

نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے، اور پیچھے انسانوں کی تلچھٹ رہ جائے گی، جیسے جو یا کھجور کی تلچھٹ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی۔

❑❑❑

مرشدی حضرت والاؒ کی نذر

تو راہ بر، میں راہ رو، میں تیرگی، تو رشکِ ضَو
میں تیرا ذکر کیا کروں، میں تیری مدح کیا کروں
اک درد پھر دوائے درد، تو نے عطا کی پے بہ پے
حق ہی ادا نہ ہو، اگر تا عمر میں دعا کروں

○❖○

انتساب

یہ حقیر کاوش اپنے مرحوم و مشفق والد و مربی حضرت اقدس مولانا محمد باقر حسین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم الاسلامیہ بستی وسابق مہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد) کی طرف منسوب کرتا ہوں، کہ انھیں کی تحریک اور توجہ دہانی پر یہ حقیر حضرت والاؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوکر شرف یاب ہوا۔

محمد اسجد قاسمی ندوی

عرض مرتب

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین:

حکیم العصر، مرشدِ ملت، شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی علمی و عملی عظمتوں اور کمالات کی حامل مقناطیسی شخصیت تھی، ایک عالم حضرت سے سیراب و فیضیاب ہو رہا تھا، خلقِ خدا پروانہ وار اس شمعِ محبت وتقویٰ کے آگے نثار ہو رہی تھی، کیا عوام، کیا خواص، کیا علماء اور کیا فقہاء سب حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جام محبت پینا اپنی سعادت وشرف باور کرتے تھے۔

حضرت کی وفات حسرت آیات (۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء) کی خبر تمام اہل تعلق پر بجلی بن کر گری اور کچھ وہی کیفیت ہوئی جو حضرت والا نے خود فرمائی تھی۔

بہت روئیں گے کر کے یاد اہل میکدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

احقر اس موقع پر عمرہ کے سفر پر تھا، واپسی کے بعد ہر لمحہ یہ فکر تھی کہ حضرت والا کے حالات وامتیازات کے تعلق سے اپنے جذبات کا قلمی اظہار کیا جائے، اس دوران برادر گرامی جناب مولانا عبداللہ بن القمر الحسینی صاحب زیدت مکارمھم (ناظم شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم وقف دیوبند و مدیر ماہنامہ ندائے دارالعلوم) نے حضرت والا کی یاد میں ایک خاص نمبر شائع کرنے کا ارادہ فرمایا اور از راہ ذرہ نوازی اس حقیر کو باصرار کچھ لکھنے کا حکم دیا، احقر نے ۱۳/ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ بڑی عجلت میں مرتب کر کے موصوف کی خدمت میں بھیج دیا، یہ مضمون ماہنامہ ندائے دارالعلوم کے مرشد نمبر ملت میں طبع ہوا، پھر اس کے بعد ہند وپاک کے

مختلف جرائد ومجلّات (جن میں ''فکر اسلامی'' بستی بطور خاص قابل ذکر ہے) میں اس کی اشاعت ہوئی، اور الحمدللہ مختلف حلقوں سے اسے سراہا گیا۔

پھر یہی مقالہ سہ ماہی فغان اختر کی خصوصی اور دستاویزی اشاعت ''شیخ العرب والعجم نمبر'' (مطبوعہ از خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی) میں شائع ہوا۔

رمضان ۱۴۳۵ھ میں سفر عمرہ کے موقع پر احقر کی ملاقات اپنے کرم فرما اور مخلص برادرم جناب محمود عبدالباسط قریشی صاحب (یکے از منتسبین حضرت والاؒ و مقیم الخبر سعودیہ عربیہ) سے اس مقالے کا ذکر آیا تو انہیں کی تحریک پر اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کا خیال ہوا۔

مستقل رسالے کے طور پر مرتب کرنے کے لئے جب میں نے نظر ثانی کی تو بہت سے مناسب اضافات بھی کئے گئے، اور حضرت والا کی بیش قیمت باتوں کا ایک حصہ بھی عناوین کی مناسبت سے شامل کیا گیا، اس طرح اس کی ضخامت کئی گنا زیادہ بڑھ گئی۔

احقر اللہ کے دربار میں شکر گذار ہے کہ اس کی توفیق سے یہ اہم کام تکمیل کے بعد طباعت کے مرحلے میں جارہا ہے، حضرت والا کی خدمات، مجاہدات، کمالات و امتیازات کے اس تذکرے کا مقصد صرف یہ ہے کہ امت ان کی قدر شناسی کے ساتھ انہیں مشعل راہ اور خضرِ طریق بنائے اور اللہ و رسول و دین سے اپنا فکری و عملی رشتہ مضبوط کرلے۔

اے اللہ! محض اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو قبول فرمالیجئے، اور ہم سب کو حسنِ نیت اور حسن قبول سے نواز دیجئے، آمین۔

محمد اسجد قاسمی ندوی

خادم الحدیث

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی

۵/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق یکم اکتوبر ۲۰۱۴ء

اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

انتہائی روح فرسا حادثہ

۲۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۳ء کی تاریخ دین اور علوم دین سے نسبت رکھنے والے تمام افراد کے لئے جس دل گداز، روح فرسا اور جانکاہ حادثے اور سانحے کی خبر لے کر آئی، وہ بقیۃ السلف، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس اللہ سرہ کی وفات کا حادثہ ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ایسا دریائے فیض رواں تھا جس سے برصغیر ہی نہیں، یوروپ، افریقہ وغیرہ تک کے اہل ایمان مستفید ہو رہے تھے، حضرت نے اس پرفتن و پرآشوب دور میں اپنی ۹۰؍سالہ طویل مبارک عمر میں خالص سنت کی پیروی سے آراستہ اور ہر قسم کے انحراف اور غل وغش سے پاک فہم دین کو عملی شکل میں مجسم کر کے دکھایا اور اپنی گفتار و کردار، صورت و سیرت، تعلیم و تربیت ہر چیز کے ذریعہ شریعت و طریقت کا حسین، متوازن اور جامع امتزاج عام فرما کر اپنے اکابر بطور خاص حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے فیض کو زندہ وجاوداں رکھا، اس لئے حضرت کی وفات صرف کسی ایک فرد کی وفات نہیں؛ بلکہ پورے عہد، اس کے مشعل راہ بننے والے مزاج و مذاق اور اس کے روشن امتیازات و خصوصیات کا خاتمہ ہے۔ بقول شاعر:

وما كان قيس هلكه هلك واحد

ولكنه بنيان قوم تهدما

ولادت

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے مردم خیز صوبہ اتر پردیش کے ضلع پرتا بگڈھ کی ایک چھوٹی سی بستی ''اٹھیہ'' میں ۱۹۲۳ء میں آنکھیں کھولیں، آپ کے والد ماجد جناب محمد حسین صاحب سرکاری ملازم تھے، آپ اپنے والد صاحب کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کی دو بہنیں تھیں۔

والد صاحبؒ کی حضرت والاؒ سے محبت

اکلوتے اور ہونہار ہونے کی وجہ سے آپ والد ماجد کے منظور نظر تھے، آپ کی مجالس میں شرکت کرنے والوں نے بارہا یہ مناظر دیکھے ہیں کہ والد ماجد کی محبتوں اور شفقتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہوجاتا تھا، ایک موقع پر فرمایا:

''جب الٰہ آباد طبیہ کالج سے چھٹیوں میں سلطان پور (جہاں والد صاحب بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے) جاتا تھا تو ابا ایک مہینہ پہلے ہی سے سرمہ لگاتے تھے؛ تاکہ آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے، تو اپنے بیٹے کو اچھی طرح دیکھوں گا (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ) جب میری ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی تو ابا للچاتی نظروں سے ڈبوں میں دیکھتے تھے کہ میں نظر آجاؤں، اور ابا کنویں سے ڈول میں پانی بھر کے مجھے خود نہلاتے تھے، حالاں کہ میں بڑا ہوگیا تھا، کالج میں طب پڑھ رہا تھا، مگر باپ کی محبت ایسی تھی (بہت گریہ کے ساتھ فرمایا) (پردیس میں تذکرۂ وطن ۴۰۳-۴۰۴)

تعلیم اور ابتدائی دور کے حالات

عہد طفولیت ہی سے حضرت پر تدین وصلاح؛ بلکہ جذب کے آثار نمایاں تھے، بچپن

میں آپ کی بڑی ہمشیرہ آپ کو گود میں لیکر محلّہ کی مسجد کے امام جناب حافظ ابوالبرکات صاحبؒ (جو حضرت تھانویؒ کے مجازین میں تھے) کے پاس دعا کے لئے لے جاتی تھیں، حضرت کا بیان ہے کہ:

> ''اس وقت بھی اللہ کی محبت میں مجھے مسجد کے در ودیوار اور مسجد کی مٹی بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اور حضرت حافظ صاحب سے مجھے اللہ کی خوشبو محسوس ہوتی تھی اور دل میں آتا تھا کہ یہ اللہ کے پیارے ہیں''۔

درجہ چہارم تک اردو تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت نے اپنے والد ماجد سے دارالعلوم دیوبند جانے کی درخواست کی؛ لیکن والد صاحب نے مڈل اسکول میں داخل کرادیا، حضرت کا دل اسکول کی تعلیم میں نہیں لگتا تھا؛ لیکن والد صاحب کے اصرار پر بادل ناخواستہ وہ تعلیم حاصل کرتے رہے، اسی دور میں جب کہ حضرت بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، گھر سے دور جنگل کی ایک مسجد میں دیر دیر تک عبادت کا معمول اپنایا، مسجد سے قدرے فاصلے پر کچھ مسلمان آباد تھے، حضرت نے ان پر محنت کی اور خلوص سے انہیں نماز کی دعوت دی، بالآخر حضرت کی کوششوں کے نتیجہ میں وہ سب نمازی بن گئے، اور مسجد میں باضابطہ اذان و جماعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

دعائے سحر اور تہجد کا اہتمام و ذوق حضرت کو بچپن ہی سے حاصل تھا، اخیر شب میں ہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور فجر تک ذکر و دعا اور گریہ و بکاء کا سلسلہ جاری رہتا، مسجد آبادی سے باہر تھی، اس لئے والد صاحب کو خطرہ محسوس ہوا، چناں چہ انہوں نے بڑے پیار سے حکم دیا کہ گھر ہی میں تہجد پڑھا کریں۔

جماعت ہفتم تک حضرت نے عصری تعلیم حاصل کی، آپ کا طبعی رجحان چوں کہ شروع سے علوم اسلامی کی طرف تھا، چناں چہ اسی دوران فارسی زبان کی تعلیم بھی حاصل کرلی،

علماءِ حق کے خطبات و مواعظ میں شرکت کا اہتمام فرماتے، طبیعت شروع ہی سے دنیا سے بے رغبت، خلوت پسند اور اللہ کی طرف متوجہ تھی، اسی دور میں علامہ جلال الدین رومی کی مثنوی سے والہانہ شغف اور مثنوی کے اشعار سے ایک ذوق پیدا ہوا جو مسلسل بڑھتا گیا۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

''میرے شیخ اول تو مولانا رومیؒ ہیں، جن سے میرے قلب مضطر کو بہت تسکین ملی، اور اللہ کی محبت کا درد، اولاً مولانا رومیؒ سے ہی حاصل ہوا۔''

اسی زمانہ میں مثنوی شریف کے اشعار پڑھ پڑھ کر روتے تھے۔

طب کی تعلیم

درجہ ہفتم کے بعد حضرت کو والد گرامی نے طبیہ کالج الہ آباد میں داخل کرادیا، اور فرمایا کہ پہلے طب کی تعلیم مکمل کرلو، پھر عربی کی تعلیم مکمل کرنا، چناں چہ حضرت الہ آباد تشریف لے گئے، وہاں مقیم رہے، طب کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت والاؒ نے اپنی مجالس میں فرمایا:

''طبیہ کالج میں داخلہ اس وقت مجھے بہت گراں گزرا تھا، لیکن میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میں تمہیں طب کی تعلیم اس لئے دے رہا ہوں تا کہ دین تمہارا ذریعۂ معاش نہ بنے، اور دین کی خدمت تم صرف اللہ کے لئے کرو، آج والد صاحب کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ واقعی اس سے بہت فائدہ ہوا کہ آج کوئی اس قسم کا الزام نہیں لگا سکتا، کیونکہ میرا اپنا دواخانہ اور کتب خانہ ہے، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے میرے والد صاحب کو کہ انہوں نے مجھے طب پڑھائی، جس سے مجھے اپنے احباب کو غیر معتدل ہونے سے بچانے میں مدد ملتی ہے، اور ان کو معتدل رکھنے کے لئے اپنی طب کو کام میں لاتے ہوئے ان کی صحت کا پورا خیال رکھتا ہوں، اتنا

وظیفہ بھی نہیں بتاتا کہ جس کو پڑھنے سے ان کے دماغ میں خشکی بڑھ جائے، مختصر ذکر بتاتا ہوں، کیونکہ ولایت کثرتِ ذکر پر نہیں، گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے''۔

حضرت تھانویؒ سے عقیدت

طب کی تعلیم کے دوران آپ کا دینی شغف فزوں سے فزوں تر ہوتا رہا، حضرت تھانویؒ کا وعظ ''راحت القلوب'' آپ کو دست یاب ہوا، اس نے تو گویا ایک آگ سی لگادی، اور پہلے سے کہیں زیادہ دل سوختہ اور وارفتہ بنادیا، حضرت تھانویؒ کے وعظ نے آپ کے دل میں محبت وعقیدت کی جوت جگادی تھی، آپ نے حضرت سے بیعت ہونے کا ارادہ فرمالیا، مراسلت شروع کی، جواب آیا کہ حضرت علیل ہیں، خلفاء میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلیا جائے، چند ہی ہفتوں بعد حضرت تھانویؒ کا وصال ہوگیا، یہ خبر معلوم ہوکر آپ کو بے انتہاء صدمہ ہوا اور بار بار یہ شعر آپ کی زبان پر آتا رہا:

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر

والد صاحبؒ کی وفات

اِدھر آپ نے طب کی تعلیم مکمل کی، اُدھر والد ماجد کا حادثۂ وفات پیش آیا، غم کا گویا ایک پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا، لیکن آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھیؒ کی بارگاہ میں

کامل مصلح ومرشد کی تلاش آپ کو مضطرب کئے ہوئے تھی، اللہ نے آپ کو الٰہ آباد میں مقیم ولیٔ کامل اور سلسلۂ حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے وابستہ بے نفس فنافی اللہ بزرگ

عارف باللہ، حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی کی بارگاہ میں پہنچا دیا، حضرت والا جب پہلی بار حضرت پرتا بگڈھیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضرت پرتا بگڈھی علماء کے مجمع میں انتہائی درد کے ساتھ یہ اشعار پڑھ رہے تھے ۔

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

پہلی ملاقات نے ہی محبت، مناسبت اور عقیدت پیدا کردی، حضرت والا نے مستقل حاضری شروع فرمادی، طبیہ کالج سے فارغ ہوکر روز شام ۵/ بجے سے رات ۱۱/ بجے تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی کے بارے میں اکابر اہل علم کا یہ تأثر معروف ہے کہ وہ سلسلۂ نقشبندیہ کے سب سے قوی النسبت بزرگ تھے، اور قادر الکلام شاعرِ درد تھے، ان کے ہاں نسبت اشعار سے منتقل ہوتی تھی، حضرت والا نے ان کے فیض صحبت سے خوب خوب حظ اٹھایا، اور انہیں مجالس کی برکت سے حضرت کو اعلیٰ نفیس ذوقِ شعری میسر آیا، حضرت پرتا بگڈھی کا مجموعۂ کلام ''عرفانِ محبت'' کے نام سے منظر عام پر آیا اور ہمارے حضرت والا کا مجموعۂ کلام ''فیضانِ محبت'' کے نام سے شائع ہوا۔

حضرت پرتا بگڈھی کو حضرت والا سے بے حد محبت تھی، حضرت والا اگر کبھی رات میں قیام فرماتے تو حضرت موصوفؒ بھی اپنا بستر گھر سے باہر خانقاہ میں لے آتے، اور فرماتے کہ

یہاں بڑے بڑے علماء آتے ہیں؛ لیکن میں کسی کے لئے گھر کے باہر بستر نہیں لاتا، صرف آپ کے لئے گھر سے باہر آ کر سوتا ہوں؛ بلکہ ایک مکتوب میں تو یہ تحریر فرمایا کہ:

”آپ کو مجھ سے جیسی محبت ہے دنیا میں مجھ سے ایسی محبت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔“

حضرت والا الٰہ آباد کی اس روح پرور خانقاہ میں تین سال مقیم رہے، اور حضرت پرتا بگڈھیؒ کے فیوض سے استفادہ کرتے رہے، بالآخر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے دامن تربیت میں

اسی دوران حضرت کو پھولپور میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ کی شخصیت اور ان کی کیفیاتِ دردِ محبت کا علم ہوا، حضرت کو ان کی طرف بہت کشش محسوس ہوئی، ان کی طرف رجوع کا ارادہ فرمایا، اور پہلے مکتوب میں سرِنامہ یہ شعر لکھا:

جان و دل اے شاہ قربانت کنم
دل ہدف را تیر مژگانت کنم

حضرت پھول پوریؒ نے بذریعۂ خط ہی بیعت فرما کر کچھ اوراد واذکار تلقین فرمائے اور جواب میں لکھا کہ:

”آپ کا مزاج عاشقانہ معلوم ہوتا ہے، اور اہل عشق اللہ کا راستہ بہت جلد طے کرتے ہیں، محبت شیخ مبارک ہو، محبتِ شیخ تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے۔“

حاضری کی اجازت ملی، والدہ سے اجازت لے کر عیدالاضحیٰ سے بالکل قریب ایام میں پھول پور روانہ ہوئے، عین عیدالاضحیٰ کے دن نماز سے ایک گھنٹہ قبل حضرت پھول پوری

کی خدمت میں پہنچے، اپنے آپ کو حضرت کے سپرد کردیا، حضرت پھول پوری نے حلقۂ ارادت میں قبول فرمالیا، سترہ سال حضرت کی خدمت میں گذارے، ان میں دس سال تو بے حد صبر آزما مجاہدات میں گذرے، حضرت اپنے شیخ کے ساتھ تہجد کے وقت روزانہ اٹھتے، وضو کراتے اور جب حضرت پھول پوریؒ عبادت میں مشغول ہوجاتے تو آپ ذرا پیچھے ہٹ کر آڑ میں بیٹھ جاتے؛ تاکہ حضرت کی عبادت میں کوئی خلل واقع نہ ہو، جب تک حضرتؒ مشغول رہتے آپ بھی بیٹھے رہتے، تہجد سے دوپہر تک روزانہ تقریباً ۷/ گھنٹے حضرت عبادت میں مصروف رہتے، دوپہر کا کھانا دونوں مل کر تناول کرتے، ان دس سالوں میں کبھی ناشتہ نہیں کیا، چوں کہ حضرت پھول پوریؒ پیرانہ سالی کی وجہ سے ناشتہ نہیں کرتے تھے، اس لئے حضرت والا نے بھی ناشتہ موقوف کردیا؛ تاکہ حضرت پھول پوریؒ کے اہل خانہ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جوانی کے عالم میں صبح سے دوپہر ایک بجے تک غذا کا کوئی دانہ حضرت والا کے منہ میں نہیں جاتا تھا، دس سال تک یہ مجاہدہ جاری رہا۔ حضرت فرماتے تھے کہ میرا ناشتہ شیخ کے دیدار، ذکر وتلاوت اور اشراق سے ہوتا تھا، اور اتنا نور محسوس ہوتا تھا کہ آج تک اس کے انوار قلب وروح کو محسوس ہوتے ہیں۔

اپنی والدہ کا حضرت پھولپوریؒ سے نکاح

حضرت پھولپوری سے تعلق کے چار سال کے بعد حضرت پھولپوری کی اہلیہ صاحبہ اللہ کو پیاری ہوگئیں، اس کے ایک عرصہ کے بعد حضرت پھولپوری نے ایک دن فرمایا کہ بغیر بیوی کے بہت تکلیف ہوتی ہے، بعض بیماریاں ایسی آجاتی ہیں جن میں بیوی ہی خدمت کرسکتی ہے، یہ سن کر حضرت والا نے اپنی والدہ صاحبہ سے مشورہ کیا، وہ رضامند ہوگئیں، حضرت پھولپوری کو اطلاع دی، حضرت نے مسرور ہوکر اجازت دی اور اس طرح حضرت والا نے اپنی والدہ کا نکاح حضرت پھولپوری سے کرادیا، اور پھر حضرت پھولپوری سے

حضرت کی قربت بڑھتی چلی گئی، یہ من جانب اللہ ایک تدبیر تھی جس نے حضرت والا کو اپنے مرشد کے فیض وتربیت سے کندن بنادیا۔

حضرت پھولپوریؒ کی بے مثال خدمت

حضرت پھول پوریؒ کے یہاں جذبِ عشق اور مستی کا عجب عالم ہوتا تھا، گھر میں نہ بیت الخلاء تھا نہ غسل خانہ، قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جانا ہوتا تھا، وضو اور غسل کے لئے قریب کے تالاب میں جانا پڑتا تھا، جس کا پانی سردیوں میں برف کی طرح ٹھنڈا ہوجاتا تھا، مسجد کے قریب ایک کنواں تھا جس کا پانی حضرت پھول پوریؒ استعمال نہیں فرماتے تھے، اسی لئے حضرت والا اپنے شیخ کے استعمال کے واسطے شدید گرمی میں بھی روزانہ خانقاہ سے ایک میل دوری پر واقع ندی سے پانی بھر کر لاتے تھے۔

حضرت والا کے محبِّ خاص جناب الحاج محمد الیاس صاحب قریشی دہلوی نے اپنا یہ چشم دید واقعہ سنایا کہ ۱۹۵۸ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ ہمارے گھر واقع کوچہ مہر پرور دہلی تشریف لائے، ان کے ہمراہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم بھی تھے، حضرت حکیم صاحب کے عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا، شدید سردی کا موسم تھا، میری والدہ حیات تھیں اور وہ بھی بوڑھی تھیں، والد صاحب پہلے فوت ہوچکے تھے، حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی والدہ سے کہہ دیں کہ عشاء کے وقت ہی تہجد کے وضو کے لئے پانی گرم کر کے دے دیا کریں، رات کو اٹھنے کی بالکل تکلیف نہ فرمائیں، محمد اختر خود انتظام کرے گا، چناں چہ روزانہ لوہے کے ایک برتن میں پانی گرم کرکے دے دیا جاتا، جسے حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم گہرے خاکی رنگ کے کمبل میں لپیٹتے اور اس کو اپنے پہلو میں رکھ لیتے، اور اوپر سے لحاف اوڑھ لیتے؛ تاکہ ان کے جسم اور لحاف کی گرمی سے پانی ٹھنڈا نہ ہو، اور رات بھر اسی طرح اسے لئے ہوئے نہ معلوم کس طرح سوتے، اور تہجد کے وقت

جب حضرت پھول پوریؒ اٹھتے تو پانی گرم ہوتا اور حکیم صاحب دامت برکاتہم اپنے شیخ کو وضو کراتے، جناب محمد الیاس صاحب قریشی فرماتے ہیں کہ کافی دن حضرت ہمارے گھر رہے اور میں روزانہ یہ منظر دیکھتا تھا اور مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی۔

حضرت پھول پوریؒ فرماتے تھے کہ:

''اختر میرے پیچھے پیچھے اس طرح لگا رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔''

حضرت والا نے حضرت پھول پوری کی سترہ سالہ صحبت میں جو علوم و معارف سنے اور حاصل کئے، ان کو ''معرفتِ الٰہیہ، معیت الٰہیہ، صراطِ مستقیم، براہین قاطعہ، شراب کی حرمت'' وغیرہ کتابوں کی شکل میں مرتب کر کے ان کا دائرۂ فیض عام اور وسیع فرما دیا۔

حضرت پھولپوری سے باضابطہ تلمذ

حضرت والا اپنے شیخ حضرت پھول پوری کی راست شاگردی میں علوم دینیہ حاصل کرتے رہے، کچھ احباب نے دیوبند جانے کا مشورہ دیا، مگر آپ نے صحبتِ شیخ کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''علم میرے نزدیک درجۂ ثانوی اور اللہ کی محبت درجۂ اولین میں ہے، یہاں علم کے ساتھ مجھے شیخ کی صحبت نصیب ہوگی جس کی برکت سے اللہ ملے گا۔''

حضرت کے کچھ ساتھیوں نے مذاق اڑایا کہ ہماری سندوں میں فاضل دیوبند اور آپ کی سند میں فاضل بیت العلوم لکھا ہوگا، اور بیت العلوم کو کون جانتا ہے؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ:

''میں فاضل دیوبند کہلانے کے لئے علم حاصل نہیں کر رہا ہوں، اللہ

کی محبت سیکھنے کے لئے کررہا ہوں۔‘‘

چناں چہ حضرت نے آٹھ سالہ نصاب کی تکمیل ۴؍سال میں کرلی، اور بخاری شریف کے چند اجزاء حضرت پھول پوریؒ سے پڑھے، حضرت پھول پوری ایک واسطہ سے حضرت گنگوہی کے شاگرد ہیں، اس لئے آپ کی سند بہت عالی سمجھی جاتی ہے۔ حضرت کے اسی اخلاص اور بے لوثی کی برکات میں ہے کہ دسیوں اکابر فضلاء وعلماء دیوبند حضرت والا کے مریدین، منتسبین ومتعلقین میں ہیں اور فیض پوری دنیا میں جاری وساری ہے۔

حضرت والا کا نکاح، ہجرت اور اہلیہ صاحبہ کی قربانی اور دینداری کے امتیازات

اسی مدت میں حضرت والا کا نکاح اعظم گڈھ کے قریب ایک گاؤں ’’کوٹلہ‘‘ میں بے حد سادگی سے ایک ایسی خاتون سے ہوا جن کی عمر حضرت سے دس برس زائد تھی؛ لیکن ان کی دین داری اور نیکی کا بہت چرچا تھا، حضرت کے بقول:

’’شیخ کی صحبت میں طویل مدت تک قیام اہلیہ ہی کی وجہ سے ممکن ہوسکا۔‘‘

حضرت پھول پوری سے آپ کے عاشقانہ تعلق کی بنا پر اہلیہ نے شروع ہی میں بخوشی حضرت کو اجازت دے دی تھی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا، ہماری طرف سے آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ:

’’وہ ہمیشہ دین میں میری معین رہیں، اور ابتداء ہی سے مجھ سے کہا کہ ہم ہمیشہ آپ کا ساتھ دیں گے، جو کھلائیں گے کھالیں گے، جو پہنائیں گے پہن لیں گے، اگر فاقہ کریں گے تو ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے، آپ سے کبھی کوئی فرمائش

اور مطالبہ نہیں کریں گے، اور کبھی آپ کو پریشان نہیں کریں گے، انہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا، اور زندگی بھر کسی چیز کی فرمائش نہیں کی، نہ زیور کی نہ کپڑے کی نہ مال کی، دنیا کی محبت ان میں تھی ہی نہیں، جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کدھر رہتی ہے؟ جب گھر میں داخل ہوتا تو اکثر و بیشتر تلاوت کرتی ہوتیں۔''

حضرت پھول پوری نے حضرت والا کے بارے میں فرمایا کہ:

''یہ تو صاحب نسبت ہیں ہی، لیکن ان کی اہلیہ بھی صاحب نسبت ہیں۔''

حضرت پھول پوریؒ نے ۱۹۶۰ء میں پاکستان ہجرت کی، حضرت والا نے حضرت پھول پوری کے ہمراہ ہجرت کی، حضرت نے اہلیہ اور اپنے فرزند گرامی حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کو، جو اُس وقت کم سن تھے، ہندوستان میں چھوڑ دیا، وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ایک سال تک نہ اہل وعیال کو پاکستان بلا سکے اور نہ خود ہندوستان جانا ہو سکا، حضرت کی اہلیہ نے یہ مدت بڑے مجاہدے اور صبر کے ساتھ گذاری، اور زبان پر ایک حرفِ شکایت تک نہ لائیں، حضرت فرماتے تھے کہ:

''میرے نزدیک وہ (اہلیہ) اس دور کی رابعہ بصریہ تھیں''۔

ایک وعظ میں فرمایا کہ:

''اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ بالغ ہوتے ہی تین سال تک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا، پھر سترہ سال حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا، پھر حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں ہوں، دیکھو

زندگی کا بہت بڑا حصہ اللہ والوں کے ساتھ اختر نے گذارا ہے، کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے؟ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو ہمت ہوتی؟ سوچتا کہ اپنے مستقبل کی فکر کرو، نوکری کرو، کہیں پیسہ کماؤ، لیکن شیخ کے ساتھ کراچی میں سال بھر رہ گیا، میرے بال بچے ہندوستان میں تھے اور بہت تکلیف اور سخت حالات میں تھے، ایسے ایسے دن گذرے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس طرح انہوں نے تربیت کی وہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے کہ انہوں نے توفیق دی، اپنے راستہ کے غم جس کو دیں ان کا احسان ہے، ان کے راستے کا غم پھولوں سے افضل ہے، گناہوں سے بچنے میں بھی تو غم ہوتا ہے مگر اس غم پر دنیا بھر کے پھول، دنیا بھر کی خوشیاں قربان ہوجائیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا''۔

(پردیس میں تذکرۂ وطن ۱۶۷-۱۶۸)

حضرت پھولپوری سے بے نظیر اور قابل رشک خادمانہ وفادارانہ تعلق

حضرت والا اپنے مرشد حضرت پھول پوریؒ کی وفات تک سایے کی طرح ان کے ساتھ رہے، اور خدمت ورفاقت کا حق ادا کردیا، حضرت ہردوئیؒ نے ایک مکتوب میں حضرت والا کو لکھا تھا:

''از ابتداء تا انتہا خدمت شیخ مبارک ہو، آپ سے دین کا جو عظیم الشان کام لیا جارہا ہے یہ حضرت پھول پوریؒ کی خدمت کا صدقہ ہے''۔

حضرت والا نے حضرت پھولپوریؒ کی جانشینی کا حق بھی ادا کردیا اور ان کے علوم و فیوض اور اداؤں کو اپنے اندر سمو کر دکھادیا کہ دیکھنے والوں کو حضرت پھولپوری کی یاد تازہ ہوگئی، بطور خاص سادگی اور تواضع وانکساری کی ادا تو اس درجہ نمایاں تھی کہ اس کی نظیر ڈھونڈنے سے

بھی نہیں ملتی، اپنے مرشد کی محبت اور عقیدت میں حضرت والا کا رنگ وہی تھا جو فارسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

من تو شدم، تو من شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

حضرت محی السنۃؒ کے دربار میں

حضرت پھول پوریؒ نے اپنے مریدین و متعلقین و منتسبین کو اپنے بعد حضرت تھانویؒ کے آخری خلیفہ اور بزم اشرف کے آخری چراغ حضرت محی السنہ ہردوئی سے رجوع کی تاکید فرمائی تھی، حضرت والا نے اسی کی تعمیل میں حضرت ہردوئی سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور ۱۳۸۷ھ میں خلافت واجازت سے نوازے گئے، حضرت ہردوئیؒ سے حضرت والا کو عقیدت ومحبت کا بے مثال تعلق تھا، حضرت ہردوئیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ''مجالس ابرار'' کے نام سے حضرت والا نے مرتب فرمایا تھا جسے بحمد اللہ قبولِ عام حاصل ہوا، اسی طرح حضرت محی السنہ کے حکم پر ''ایک منٹ کا مدرسہ'' نامی کتاب حضرت نے مرتب کی جس نے مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔

اپنے شیوخ سے غایت تعلق اور جذبۂ احسان مندی

اہل اللہ اور بطور خاص اپنے مرشدین سے حضرت والا کے تعلق، محبت، عقیدت کا کیا رنگ تھا، خود حضرت کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:

''اللہ کی ایک نعمت کو بطور شکر کے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں اور فخر اور جاہ سے پناہ چاہتا ہوں، جب میں بالغ ہوا تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ بحیات تھے، ان کی صحبت میں تین سال رہا، اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ سے بیعت ہوا، تو ان

کی صحبت میں سترہ سال رہا، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں ابھی تک ہوں، پچاس پچاس دن ان کی صحبت میں رہا ہوں، اب بھی باقاعدہ خط وکتابت کرتا ہوں، ہر ہفتہ ایک خط بھیجتا ہوں، یہاں (افریقہ) آنے سے چھ سات دن پہلے ایک خط کراچی سے بھیجا تھا، اور یہاں آتے ہی دوسرا خط چلا گیا اور خط میں کیا مضمون ہوتا ہے؟ کہ میں آپ کی دعاؤں کا اور توجہ کا سراپا محتاج ہوں؛ تاکہ شیخ یہ نہ سمجھیں کہ اب اختر کو لوگ بہت ماننے لگے تو مجھ کو بھول گیا، یاد رکھو! شیخ کٹ آؤٹ ہے اگر شیخ اپنی توجہ کا کٹ آؤٹ ہٹالے تو مرید چاہے کیسا ہی ہو گیٹ آؤٹ ہو جائے گا، اس لئے شیخ کا احسان کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔

مجھ کو تین دریاؤں کا پانی ملا ہے، دریائے مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ، دریائے مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ، دریائے مولانا شاہ ہردوئی دامت برکاتہم، جب دریا ملتے ہیں تو پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے، سب میرے بزرگوں کا فیض ہے، میرا کوئی کمال نہیں، بس اللہ کی رحمت کا سہارا ہے، اپنے اعمال کا کوئی سہارا نہیں ہے، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ بخش دیا جاؤں گا، اپنے عمل سے بخشش نہیں ہوگی، یہ تحدیث نعمت ہے "ولا فخر یا ربي" کوئی فخر کی بات نہیں مگر یہ اللہ کا فضل ہے۔ امید ہے کہ عالم میں اگر آپ تلاش کریں تو اتنی صحبت پانے والے کم ملیں گے، کوئی چھ مہینہ، کوئی سال بھر، کوئی پانچ سال، مگر تینوں بزرگوں کی صحبت ملا کر بہت عرصہ ہو جاتا ہے، شیخ کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے"۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ۲۴-۲۶)

خانقاہ اشرفیہ

حضرت والا کا قیام کراچی میں پہلے ’’ناظم آباد‘‘ میں تھا، دو دہائی آپ وہاں خدمت دین انجام دیتے رہے، پھر حضرت ہردوئیؒ کے حکم سے ’’گلشن اقبال کراچی‘‘ منتقل ہوئے اور ’’خانقاہ امدادیہ اشرفیہ‘‘ قائم فرمائی، پھر اسی خانقاہ میں ’’مدرسہ اشرف المدارس‘‘ اور ’’مسجد اشرف‘‘ کی تعمیر مکمل ہوئی۔

یہ خانقاہ پورے عالم کے لئے رشد وہدایت کا مرکز ثابت ہوئی، متوسلین وطالبین برصغیر، یورپ، افریقہ، خلیج وغیرہ تمام علاقوں سے جوق درجوق حاضر ہوتے رہے اور استفادہ کرتے رہے، حضرت والا نے خانقاہ، اس کے نظام کی اہمیت اور صحبت اہل اللہ کے التزام کی طرف بار بار اپنے مواعظ میں توجہ دلائی ہے، ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

’’آج آپ سے کوئی پوچھے کہ تزکیۂ نفس کیا ہے؟ خانقاہوں میں کیا ہوتا ہے؟ تو بتا دیجئے کہ خانقاہ **یزکیھم** کا مظہر ہے، خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں جاہ کا جیم اور باہ کی باء نکالی جائے اور خالص آہ رہ جائے تو آہ اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے، ہماری آہ کو اللہ نے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے، جہاں آہ کو جاہ اور باہ سے پاک کیا جائے یعنی جاہ وتکبر کو مٹایا جائے اور باہ و شہوت، بدنظری اور عشق غیر اللہ سے دل کو پاک کیا جائے اس کا نام خانقاہ ہے، خانقاہ نام حلوہ کھانے کا نہیں ہے جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، خانقاہ کی تعریف پر میرا شعر ہے ؎

اہل دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

اور اگر یہ نہیں تو پھر وہ خانقاہ نہیں ہے خواہ مخواہ ہے۔ (خزائن شریعت/ ۳۲۵)

جامعہ اشرف المدارس

سلوک وتربیت کے پہلو بہ پہلو اشاعت علوم اسلامیہ کے لئے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر کراچی میں حضرت نے جامعہ اشرف المدارس کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم فرمایا جو اپنے ظاہری ومعنوی جمال ووسعت میں اپنی مثال آپ ہے، اور حضرت کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی زیرنگرانی جانب منزل رواں دواں ہے، خوش سلیقگی اور حسن انتظام اس کے ہر ہر ذرے سے آشکارا ہے، کئی ہزار طلبہ بیک وقت زیر تعلیم رہتے ہیں۔

خدمتِ خلق

خدمتِ خلق کے باب میں حضرت کی نمایاں خدمات کا اندازہ ''الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل'' سے کیا جاسکتا ہے، جس نے مختصر عرصہ میں اس حوالے سے عظیم خدمات کی ایک زریں تاریخ رقم کی، یہ ادارہ ملت کے لئے حضرت کی سچی تڑپ اور درد کا مظہر تھا، حضرت پورے عالم میں اعلاء کلمۃ اللہ کے مقصد سے سرگرم عمل ہر دینی تحریک کے مؤید ومعاون تھے۔

○❖○

مواعظ وتالیفات

تزکیہ وتربیت اور تعلیم دین کے ساتھ ہی حضرت کا ایک خاص امتیاز آپ کے مؤثر مواعظ اور عالمانہ وعارفانہ تصانیف ہیں، حضرت کی علمی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے، کم وبیش ڈیڑھ سو کتابیں مختلف موضوعات پر منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں آپ کے مواعظ وملفوظات کا بڑا حصہ ہے، اوران کی تاثیر ایسی ہے کہ پڑھتے جایئے، سر دھنتے جایئے، ہزار ہا ہزار بندگانِ خدا نے ان کی برکت سے زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا، حضرت کی تصنیفات کا تعارف ایک مستقل موضوع ہے، ان مواعظ وتصنیفات کے دسیوں زبانوں میں ترجمے ہوئے، بعض منتخب مواعظ کا ۲۳؍زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے، لاکھوں کی تعداد میں مواعظ شائع ہوکر بلا معاوضہ پوری دنیا میں تقسیم ہوتے رہے ہیں، ذیل میں چند اہم کتابوں کا مختصر تعارف لکھا جاتا ہے۔

معارف مثنوی

مولانا رومی کی مثنوی کے اشعار کی شرح پر تقریباً ۸۰۰؍صفحات پر مشتمل آپ کے دروس کا مجموعہ ’’معارفِ مثنوی‘‘ آپ کا شاہ کار ہے، علامہ یوسف بنوریؒ نے اس کے مطالعہ کے بعد فرمایا:

> ’’برادر محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کی تالیف لطیف ’’معارف مثنوی‘‘ پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی کہ جس کا مجھے تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا، فارسی اردو میں قدرتِ شعر، حسن ذوق، پاکیزگی

خیالات اور دردِ دل کا بہترین مرقع ہے۔‘‘

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے تحریر فرمایا:

’’مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے مثنوی کا ذوق اپنے شیخ اول مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے اخذ کیا، جن کے مثنوی کا ذوق اور عشق میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے، حکیم صاحب نے اردو میں مثنوی کی ایک نئے طرز سے خدمت کی ہے، اور معارف مثنوی کے نام سے اس کی حکایات کو سلیس اور شیریں اردو میں پیش کر کے برصغیر ہندو پاک کے اردو داں طبقہ کے لئے مولانا روم کا خوانِ نصیحت وحکمت چن دیا ہے، اور ان موتیوں کو جو مثنوی کے دفتر میں محفوظ تھے لوگوں کی دسترس میں دے دیا ہے۔‘‘ (مقدمہ معارف مثنوی)

مثنوی سے حضرت کا تعلق بچپن سے ہی گہرا تھا، حضرت کو بچپن میں قرآن پڑھانے والے قاری صاحب بھی مثنوی کا ذوق رکھتے تھے اور کبھی کبھی پر زور اور پر درد لہجے میں حضرت کو سناتے تھے اور حضرت بے خود ہو جاتے تھے، یہ ابتدائی تعارف وتعلق مرور ایام سے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ حضرت اپنے دور میں مثنوی کے سب سے ممتاز شارح وترجمان ثابت ہوئے، حضرت علامہ بنوری نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ آپ میں اور مولانا رومی میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔

اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت والا نے مثنوی کے تعلق سے تین کتابیں ’’معارف مثنوی، درس مثنوی، فغانِ رومی‘‘ تالیف فرمائی ہیں، حضرت والا فرماتے تھے کہ:

’’میرے شیخ اول تو مولانا رومی ہیں جن سے مجھے اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوا اور مثنوی سمجھنے کے شوق میں نابالغی ہی کے زمانے میں فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی، اور تنہائی میں مثنوی کے اشعار پڑھ کر رو دیا

کرتا تھا، قونیہ کے سفر میں میں نے وہ جنگل دیکھا ہے جس میں مولانا رومؒ نے اپنی ۲۸ ر ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی لکھی ہے، وہ جنگل انوارات سے آج بھی بھرا ہوا ہے۔ (الطاف ربانی: ملفوظات سفر ترکی)

حضرت والا کی اس تالیف لطیف نے بے شمار بندگان خدا کے دلوں میں اللہ کی معرفت اور عشق کی آگ بھڑکا دی، اور خود حضرت نے اپنی اس تالیف کا یہی مقصد اپنے پیش نظر رکھا اور ارقام فرمایا:

''احقر کو مثنوی شریف سے اس وقت سے والہانہ تعلق وشغف ہے جب کہ احقر بالغ بھی نہ ہوا تھا، اور پھر حق تعالیٰ نے ایسا شیخ عطا فرمایا جو مثنوی شریف کے عاشق تھے، اور فرماتے تھے کہ مثنوی شریف میں عشق کی آگ بھری ہوئی ہے، اور اپنے پڑھنے والوں کے سینوں میں بھی آگ لگا دیتی ہے، احقر کی ہمیشہ یہ تمنا رہی ہے کہ حق تعالیٰ مثنوی شریف کے علوم ومعارف احقر کے قلم سے اس عشق ناک اور دردناک انداز سے تالیف کرادیں جو ناظرین کے سینوں میں حق تعالیٰ کی محبت وتڑپ پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے، ہمارا کام ہر ملنے والے سے حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا غم بیان کرنا ہے، پھر جس کے مقدر میں ہوگا اور جس کی زمین تخم عشق الٰہی کے لئے صالح اور لائق ہوگی اس میں میرے لئے صدقہ جاریہ کا انتظام ہوجائے گا، اور زمین شور کے لئے بھی یہ پیغام حجت بن جائے گا۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سر منبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم''

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا درس مثنوی اور خاص انداز معروف و مشہور ہے، حضرت نانوتویؒ قرآن مجید، صحیح بخاری اور مثنوی تینوں کو البیلی کتاب کہا کرتے

تھے، حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ و بیانات میں جس قدر استشہاد مولانا رومؒ کے اشعار سے ملتا ہے، اتنا کسی اور سے نہیں ملتا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حلقۂ دیوبند میں مثنوی رومی اور اس کے عارفانہ مضامین و نکات سے مناسبت اور استشہاد کے تعلق سے حضرت والا کو آخری شخصیت قرار دیا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔

حضرت والا کے خادم و معتمد خاص محترم المقام حضرت سید عشرت جمیل صاحب دامت برکاتہم نے بجا لکھا ہے:

''معارف مثنوی ایک بالکل منفرد شرح ہے، جو محض لفظی ترجمہ نہیں، بلکہ حضرت رومی کے منتشر اور وسیع علوم کو جمع کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے، جس میں حضرت والا کی آتش عشق اور درد دل سے ایک منفرد اور دل آویز اسلوب بیان دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ لگا دیتا ہے۔

حضرت جب مدرسہ بیت العلوم میں پڑھتے تھے تو ایک رات حضرت کے قلب مبارک پر مثنوی کے بعض اشعار کی خاص تشریح وارد ہوئی اور حضرت رات ہی کو فجر کے قریب اپنے شیخ حضرت پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھولپور حاضر ہوئے اور فجر کی نماز پھولپور میں پڑھی، مدرسہ بیت العلوم پھولپور سے پانچ میل پر ہے، حضرت شیخ حضرت کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اتنے سویرے کیسے آئے؟ عرض کیا کہ حضرت مثنوی کے بعض اشعار کے معانی دل میں آئے ہیں حضرت کی تصدیق کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں صحیح سمجھا ہوں یا نہیں؟ حضرت شیخ پھولپوری فجر کے بعد تلاوت، مناجات واذکار کرتے تھے اور اشراق کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تھے، اس دن حضرت شیخ نے اپنے تمام معمولات ملتوی کر دیئے اور فرمایا کہ سناؤ، حضرت نے فجر کے بعد تشریح شروع کی یہاں تک کہ دن کے گیارہ بج

گئے، تقریباً پانچ گھنٹے حضرت پھولپوری مسلسل سنتے رہے اور حضرت شیخ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ؎

وہ چشم ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

یہ واقعہ سنا کر حضرت دامت برکاتہم نے یہ شعر احقر کو سنایا تھا، حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ مثنوی کے عاشق تھے، حضرت کی تشریح سن کر حضرت پھولپوری نے خوش ہو کر فرمایا کہ بتاؤ! آج کیا کھاؤ گے؟ حضرت نے عرض کیا جو حضرت کھلا دیں گے، حضرت گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ''آج اختر کے لئے تہری پکاؤ'' تہری پیلے رنگ کی ہوتی ہے، چاولوں سے بنائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سے مثنوی کی جو عظیم الشان خدمت لی ہے، ایسی شرح کی مثال نہیں ملتی اور یہ سب ان بزرگوں کا فیض ہے جن کی جوتیاں حضرت نے اٹھائی ہیں۔'' (فغان اختر/۲۳۷-۲۴۰)

مکہ معظّمہ میں ایک بار حج کے موقع پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کا ساتھ ہو گیا، حج کے بعد اپنے حجرہ میں حضرت مولانا کی طبیعت کچھ مضمحل تھی حضرت سے فرمایا کہ کچھ سنائیے، حضرت نے مثنوی کے اشعار کی تشریح فرمائی تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میرے سر میں شدید درد تھا، آپ کی تقریر سے بالکل جاتا رہا اور طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی۔ (فغان اختر/۲۴۵)

حضرت والا کے مرشد اول حضرت پرتا بگڈھیؒ نے معارف مثنوی کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے:

''معارف مثنوی قابل دید ہے، اور اس کے مؤلف سلمہ قابل داد،

اس لائق ہے کہ سفر وحضر میں ساتھ رکھی جائے، اوراس سے منتفع ہوا جائے،

فجزاه الله عنا و عن سائر المسلمين خيراً''

واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا کی یہ گراں قدر کتاب عشق الٰہی، محبت رسول، زہد وورع، دین شریعت کی عظمت، تعلق مع اللہ اورنسبت کی اہمیت، اور اولیاء دین سے محبت وعقیدت کے فیضان کے لئے نہ صرف کافی وافی ہے بلکہ ہزار کتابوں پر بھاری ہے۔

باتیں ان کی یادرہیں گی

حضرت کی مجالس وملفوظات کا ایک مثالی اورحسنِ ترتیب کا شاہ کار مجموعہ حضرت مولانا محمد رضوان القاسمیؒ (حیدرآباد) نے ''باتیں ان کی یادرہیں گی'' کے نام سے مرتب فرمایا تھا، جو بے حد مقبول ہوئی، اس کے مقدمہ میں معروف صاحب قلم اورممتاز عالم دین حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ نے بالکل بجاتحریر فرمایاہے:

''ماضی قریب کے علماء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی مجالس کا خاص شہرہ تھا، ان مجلسوں نے کتنی ہی مٹی کو پارس اور پتھر کوموم بنایا ہے، کیاعلماء اورکیا عوام، کیا امراء اورنوابان اور کیا رعایا کیا شعراء وسخن دراں اورکیا فقہاء ومفتیان؟ ہر طبقہ کے لوگ آپ کے اسیران محبت میں تھے، ان بافیض مجلسوں کومرتب کیا گیا اور آج وہ اہل دل اوراہل طلب کے لئے خضر طریق ہیں۔

اسی میکدۂ تھانویؒ کے بادۂ خواروں میں حضرت مولاناعبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ اورحضرت مولانا محمد ابرارالحق حقی دامت برکاتہم ہیں، اور ان دونوں بزرگوں کے فیض یافتگان میں حضرت مولاناحکیم محمد اختر صاحب مدظلہ (کراچی، پاکستان) ہیں، جوتھانوی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، شعر

وسخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، خوب کہتے ہیں اور خوب انتخاب کرتے ہیں، اپنے سامعین ومستفیدین کو بادۂ محبت پلاتے ہیں، اور مست مئے عشق حقیقی کرتے ہیں، مثنوی مولانا رومؒ کے شارح خاص ہیں، اور مثنوی کے اشعار کی ایک شرح بھی آپ کے قلم فیض رقم کا اثر ہے، پیر رومی نے کس کس کو مرید نہیں کیا؟ صاحب دل کو بھی، صاحب دماغ کو بھی، صوفی کو بھی، فلسفی کو بھی، بارگاہِ رومی کی ارادت بھی ایک تمغۂ امتیاز ہے، حکیم صاحب بھی اس بارگاہ کے عارفین؛ بلکہ عاشقین میں ہیں۔

یہ انہیں کے ملفوظات بابرکات کا مجموعہ ہے، جو ورق ورق روشن ہے، جس میں قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے، تصوف ہے، سوز وگداز ہے، تربیت واصلاح ہے، تذکیر وموعظت ہے، علمی نکات ہیں، عارفانہ نکتے پنہاں ہیں، دل کو چھوتے ہوئے اشعار ہیں، اور دماغ پر نقش چھوڑ جانے والی باتیں ہیں"۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی ۲۳)

روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

یہ حضرت والا کی انتہائی مقبولِ خاص وعام اور بابرکت تالیف ہے، اس کا پہلا حصہ مختلف روحانی امراض (غیبت، چغل خوری، حسد، کینہ، بدنظری، زنا، لواطت، بغض، عداوت، جھوٹ وغیرہ) کی ہولناکیوں، برے نتائج اور ان کے علاج کے طریقوں اور تدبیروں کے تذکرے پر مشتمل ہے، اور دوسرا حصہ بعض روحانی بیماریوں کے ساتھ اخلاق حمیدہ اور ان سے آراستگی کی اہمیت اور تدبیروں کے بیان کو محیط ہے۔

فتنے کے اس دور میں خاص دردوسوز کے ساتھ قرآن، حدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں مکمل شرح وبسط کے ساتھ حضرت جیسی صاحب بصیرت، نباضِ ملت، حکیم العصر

شخصیت کے مؤثر قلم سے مرتب یہ اصلاحی مضامین ''از دل خیزد بردل ریزد'' کا مصداق اور ہزاروں بگڑے ہوؤں کے سنوارنے کا سامان اور ذریعہ ثابت ہوئے، یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر صاحب ایمان مرد وعورت کے مطالعہ میں اور ہر ہر گھر میں رہے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں

حضرت والا کی یہ ایک کتاب انتہائی مختصر اور جامع ہے، اس میں صبح سے لیکر رات تک کے تمام مشاغل واعمال میں مسنون طریقہ حوالوں کے اہتمام کے ساتھ آسان زبان میں تحریر کر دیا گیا ہے، صاحب کتاب پر خود اتباع سنت کا رنگ ہر دوسرے رنگ پر غالب تھا، اس لئے اس کی تاثیر محتاج بیان نہیں ہے، ہزاروں کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

فیضان محبت

یہ تقریباً ۳۰۰ ؍صفحات پر مشتمل حضرت والا کے اشعار کا مجموعہ ہے، حضرت والا کو اپنے مرشد اول حضرت پرتا بگڈھی کی صحبت وتربیت کے فیض سے نفیس اور پاکیزہ ذوقِ شعروسخن عطا ہوا تھا، اللہ عزوجل نے حضرت والا کو عشق حقیقی کا سوز وگداز بھی عطا فرمایا تھا اور معرفت کی کوچہ نوردی سے بھی سرفراز فرمایا تھا، اور اصلاح امت کی تڑپ سے بھی نوازا تھا، اس لئے حضرت کی شاعری میں عارفانہ، عاشقانہ اور مصلحانہ تینوں رنگ بالکل نمایاں ہیں۔

حضرت کا یہ مجموعۂ کلام حمد، مناجات، نعت، منقبت، مدحِ شیخ ومرشد، عشق الٰہی اور معرفت تمام موضوعات کو محیط ہے۔

علم اور علماء کرام کی عظمت

سو صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حضرت والا کے اس اہم وعظ پر مشتمل ہے جو آپ نے بتاریخ ۲۴ ؍شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۴ ؍مئی ۱۹۸۶ء بمقام ڈھاکہ بنگلہ دیش کثیر مجمع کے

سامنے فرمایا تھا، حضرت کے سلسلۂ مواعظ میں یہ وعظ بہت نرالا اور البیلا ہے، جس میں علم دین اور علمائے دین کی عظمت قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل طور پر آشکارا کی گئی ہے، اس طرح یہ وعظ علماء کی اہانت وتمسخر میں مبتلا افراد کے لئے بھی چشم کشا ہے اور دین کا کام حدود شریعت کا لحاظ کئے بغیر انجام دینے والے اور اپنی ہی محنت کو دین سمجھ کر علماء کی تنقیص میں گرفتار ہوجانے والے افراد کے لئے بھی مشعلِ راہِ ہدایت ہے۔

حضرت نے اپنے اس وعظ میں واضح طور پر ثابت فرمایا ہے کہ علماء کی تحقیر حرام ہے، ایسا عنوان اختیار کرنا جس سے علماء کی بے وقعتی اور تحقیر ہو حرام ہے، حضرت نے تبلیغی جماعت کے احباب کے لئے بھی اس وعظ میں انتہائی کارآمد باتیں ارشاد فرمائی ہیں، اور تزکیہ واصلاح کی اہمیت بھی واضح فرمائی ہے۔

یہ پورا وعظ پڑھنے اور بار بار پڑھنے اور دل میں اتارے جانے کے قابل ہے، اور پورے طور پر حضرت والا کی بصیرت اور تبحرِ علمی کا آئینہ دار ہے۔

پردیس میں تذکرہ وطن

جنوبی افریقہ کے دسویں سفر کے ملفوظات کا ایک قیمتی مجموعہ حضرت کے خادم خاص اور حضرت کی بیشتر کتابوں کے مرتب وجامع حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم نے ''پردیس میں تذکرۂ وطن یعنی دنیا کے پردیس میں آخرت کے وطن اصلی کا تذکرہ'' کے نام سے ترتیب دیا ہے، یہ مجموعہ اپنے مندرجات ومشمولات کی جامعیت اور تاثیر میں منفرد ہے، اور صاحب ملفوظات کے سوز دروں اور جذبۂ اصلاح کا آئینہ دار ہے۔

دنیا کی حقیقت

مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الرقاق کی منتخب احادیث کی تشریح حضرت والا کے قلم گہربار

سے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت'' کے نام سے منظر عام پر آئی، حضرت والا نے یہ کتاب حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ کی فرمائش پر تالیف فرمائی، اس کتاب میں ۱۸۵/احادیث کی دل نشیں تشریحات ہیں، یہ براہ راست حدیث نبوی کی خدمت ہے، اس مجموعہ نے عوام وخواص میں قبول عام حاصل کیا، بطور خاص حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے یہ کتاب اپنے خدام کی زبانی مکمل سنی اور کلمات تحسین تحریر فرمائے۔

مواعظ دردمحبت

حضرت کے مواعظ کا ایک بہت مؤثر مجموعہ ''مواعظ دردمحبت'' کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہوا ہے، یہ مواعظ بے انتہا پر تاثیر ہیں اور پڑھنے والوں پر وجد اور گریہ طاری کر دیتے ہیں، اور ان کا مطالعہ کرنے والا بالعموم تبدیلی کا فیصلہ اور عہد کر ہی لیتا ہے، سیکڑوں افراد کو یہ تجربہ ہوا ہے۔ حضرت محی السنہؒ نے حضرت والا کے اس فیض عمومی سے خوش ہو کر فرمایا تھا۔

کرامت ہے یہ تیری رندوں میں مرے ساقی
جہاں رکھ دیں قدم اپنا وہیں مے خانہ بن جائے

حضرت والا کے نمایاں امتیازات

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بے شمار خوبیوں اور امتیازات سے نوازا تھا، متنوع کمالات آپ کی ذات میں مجتمع فرمادیئے تھے، بقول تائب ؎

دل دِگر، زخم دگر، شوق دگر، مان دگر
اہلِ باطن کی ہوا کرتی ہے پہچان دگر

چند امتیازات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں:

حضرت والاؒ کا پہلا خاص امتیاز
بدنظری اور زنا کے فتنے کے خلاف مسلسل جہاد

حضرت والا کا ایک خاص امتیاز بدنظری، بے حیائی، بدکاری، عشق مجازی، حسن پرستی، فحاشی اور عریانیت کے فتنے سے امت کو آگاہ اور ہوشیار کرنا ہے، حضرت نے اپنی فراست وبصیرت سے اس فتنے کی قہر سامانیوں کو محسوس کیا، اور اپنے بے شمار مواعظ وملفوظات وتصانیف میں اس موضوع پر خوب خوب روشنی ڈالی، اور اپنی تمام خاص وعام مجالس میں اس طرف توجہ دلاتے رہے، اور بلاشبہ ہزاروں افراد کو ان کے ذریعہ توبہ واصلاح کی توفیق نصیب ہوئی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت محی السنہ (مقیم جدہ) فرماتے ہیں:

”جو بات میں نے شدت سے محسوس کی کہ اس خانقاہ میں آنکھ کی حفاظت کا اہتمام اتنی کثرت سے کیا جاتا ہے کہ گویا یہ ام الخبائث ہے، اور

حقیقتاً بدنظری ام الخبائث ہی ہے، جتنی بھی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اسی آنکھ سے پیدا ہوتی ہیں، آنکھ ہی دیکھتی ہے اور سب کچھ اس کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے، جب تک آنکھ کی حفاظت نہ ہوگی، انسان کی اصلاح نہیں ہوسکتی، میرا یہ تاثر اسی خانقاہ سے ہوا، میں نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی کی خصوصیت میں عشق و محبت، للّٰہیت، فنائیت، گڑگڑاہٹ، تڑپ، بے چینی، بے قراری پائی ہے، یہ اس خانقاہ کی خصوصی علامت ہے، اور جب بھی میں آیا اس میں ہمیشہ اضافہ ہی پایا ہے۔ **اللھم زد فزد**. (فغان اختر/۱۱۱)

حضرت والا کا ایک مختصر جیبی سائز کا رسالہ ’’بدنظری کے چودہ نقصانات‘‘ ہر خاص و عام کے لئے عظیم تحفہ کا مقام رکھتا ہے، ان نقصانات میں اللہ کی نافرمانی، امانت میں خیانت، ملعون کے خطاب کا مستحق بن جانا، حماقت و بدعقلی، اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہوجانا، دل کی کمزوری اور بیماری، طبی نقصان: غدود و مثانہ کا متورم ہوجانا، سرعت انزال اور مشت زنی کا مرض، بینائی کو نقصان پہونچنا، ناشکری میں ابتلاء، انجام کار زنا میں مبتلا ہوجانا نمایاں ہیں۔
حضرت کے یہ جملے کس قدر حکیمانہ ہیں:

’’بدنظری بدفعلی کی پہلی منزل ہے، اور آخری اسٹیشن بدفعلی کا ارتکاب ہے جہاں شرمگاہیں ننگی ہوجاتی ہیں اور آدمی دونوں جہاں میں رسوا ہوجاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے گناہ کی پہلی منزل ہی کو حرام فرمادیا کیونکہ بدنظری ایسا آٹومیٹک یعنی خودکار زینہ ہے کہ جس پر قدم رکھتے ہی آدمی سب سے آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے، جس فعل کی ابتداء ہی غلط ہو اس کی انتہا کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ اس پر میرا شعر ہے ؎

عشق بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو ابتداء غلط کیسے صحیح ہو انتہا

(بدنظری/۱۹)

واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر حضرت کی تمام تحریرات ومواعظ کا ایک مکمل مجموعہ تیار کیا جائے تو ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت اختیار کرسکتا ہے۔ فی الواقع یہ تحریریں اس قابل ہیں کہ انہیں انفرادی طور پر بار بار پڑھا جائے اور اجتماعی طور پر انہیں سنایا جائے اور ان کا مذاکرہ کیا جائے۔

احقر کے دل میں بھی انہیں کی برکت سے اس موضوع پر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، جس نے ایک ضخیم کتاب ''اسلام میں عفت وعصمت کا مقام'' کی شکل اختیار کی، یہ کتاب حضرت والا کے دعائیہ کلمات سے مزین ہے، اور اسے ہر حلقہ میں سراہا اور قبول کیا گیا، **فللّٰہ الحمد.**

حضرت والاؒ کا دوسرا خاص امتیاز
سوز دروں اور خوش مزاجی کا بے نظیر امتزاج

حضرت والا کی ایک امتیازی خصوصیت مواعظ ومجالس اور ملاقاتوں میں خوش طبعی، ظرافت، مزاحِ ایمانی اور سبک روحی کے ساتھ سوز، تاثیر اور درد کا بے نظیر اجتماع وامتزاج تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو انتہائی لطیف حسِ مزاح اور ظرافت عطا فرمائی تھی، جسے حضرت اپنے مواعظ وملفوظات میں انتہائی برموقعہ استعمال فرماتے تھے۔

حضرت کے واقعات میں ہے کہ ایک بار ایسی جگہ وعظ فرمانے گئے جہاں امام صاحب کا مشاہرہ بہت کم تھا، حضرت نے وعظ کے دوران فرمایا:

> ''مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رلا دے گا اس کو ہم بہت انعام دیں گے، اس پر بڑے بڑے مصیبت زدہ آئے اور کسی نے کان میں کہا کہ میرا بیٹا مرگیا ہے، کسی نے کہا کہ میری تجارت نقصان میں جارہی ہے، کسی نے کہا کہ میری بیوی کو کینسر

ہو گیا ہے، لیکن کسی کی مصیبت سن کر ہاتھی کو رونا نہ آیا، پھر ایک مولوی صاحب آئے جب انہوں نے ہاتھی کے کان میں کچھ کہا تو ہاتھی زار وقطار رونے لگا، لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ نے اس کے کان میں کیا کہہ دیا کہ یہ زار وقطار رونے لگا، مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے اسے اپنی تنخواہ بتادی، بس اتنی تھوڑی سی تنخواہ سن کر ہاتھی رونے لگا، کہ بے چارے کا گزارہ کیسے ہوتا ہوگا، ہاتھی تو رو پڑا مگر کمیٹی والوں کے آنسو نہیں نکلتے، اللہ ان کے دل میں بھی رحم ڈالے۔'' (فغان اختر/ ۱۱۶)

ایک بار حضرت کی خدمت میں دو نو جوان آئے جو چہرے مہرے اور وضع قطع سے کسی کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم لگتے تھے، حضرت والاؒ نے ان کی تربیت کرتے ہوئے انھیں فرمایا کہ:

''تم اپنے سر کے بالوں کو استرے سے صاف کرادو، تمہارا سر ایسے لگے گا جیسے کسی مرنے والے کی قبر پر لوٹا پڑا ہو، جب تم ایسا کرلو گے تو پھر کوئی بھی حسینہ اور دوشیزہ تمہاری طرف منہ پھیر کر نہیں دیکھے گی، اس طرح تم بہت سے گناہوں سے بچ جاؤ گے۔'' (فغان اختر/ ۱۱۹)

متعدد اہل علم کا یہ تأثر ہے کہ حضرت والا کی طبیعت میں عجیب خوش مزاجی کا عنصر تھا، اپنے قریبی اہل تعلق سے ہر ملاقات پر کوئی نہ کوئی ایسی خوش طبعی کی بات ضرور فرما دیتے تھے جس سے سننے والوں کی طبیعت کئی کئی دن تک باغ و بہار رہتی تھی۔

محترم جناب حافظ محمد اسحاق ملتانی صاحب (مدیر ماہنامہ محاسن اسلام ملتان) کا بیان ہے کہ:

''ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس

خاص میں حاضری ہوئی تو حضرت نے اہل مجلس کو اعلیٰ قسم کے سیب کھلائے اور فرمایا کہ یہ خاص اہل دل حضرات کے لئے ہیں، بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! میں بھی اہل دل میں سے بننا چاہتا ہوں، فرمایا ہاں ہاں تم بھی کھاؤ۔'' (فغان اختر/ ۲۱۸)

حضرت والا داڑھی کے شرعی مسئلہ کو اپنے مواعظ میں مختلف اسلوبوں سے بار بار بیان فرماتے تھے، اور واضح کرتے تھے کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنے کا التزام کئے بغیر کسی کو نور تقویٰ اور مقامِ ولایت حاصل ہی نہیں ہوسکتا، ایک بار ارشاد فرمایا کہ:

''ایک صاحب کا میرے پاس فون آیا کہ جب سے آپ کے کہنے پر داڑھی رکھی ہے، اہلیہ بھی دعا کی درخواست کررہی ہیں، پہلے تو انہوں نے کبھی دعا کے لئے نہیں کہا، حضرت نے فرمایا کہ پہلے آپ دعا کی درخواست کے اہل نہیں تھے، کیونکہ خود مانند اہلیہ تھے، اب جب کہ آپ کامل مرد ہوگئے تو آپ کی اہلیہ نے دعا کی درخواست کی ہے۔'' (فغان اختر/ ۴۹۸)

بدنظری کی شناعت کو سمجھاتے ہوئے ظریفانہ لہجے میں ایک بار فرمایا:

''جنگ اخبار نے ایک مرتبہ خبر لگائی تھی، جس کا عنوان تھا ''عشق کا علاج جوتا'' پھر تفصیل میں لکھا تھا کہ صدر کے علاقے میں کسی منچلے نے خاتون کو چھیڑ دیا تو سب لوگوں نے جوتے سے اس کی مرمت کردی، ایک دوکاندار جو بہت مصروف تھا اس نے کسی کو کہا ارے دو جوتے میری طرف سے بھی لگاؤ تاکہ میں اس (جوتے لگانے کے) ثواب سے محروم نہ رہوں، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے بدنگاہی کو حرام قرار دیا ہے کہ اللہ کے بندے برسر بازار رسوانہ ہوں۔'' (فغان اختر/۵۰۲-۵۰۳)

حاضرین کو عمل صالح کے عزم اور جذبے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا:

"کوئی نوجوان حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحبؒ کی خدمت میں آکر کہنے لگا حضرت دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمادیں، حاجی صاحب نے دعا فرمادی، کچھ دنوں کے بعد اس نے پھر یہ درخواست کی، اب حضرت حاجی صاحب نے تہجد میں بھی اس کے لئے دعا فرمادی، جب کچھ عرصہ بعد آکر اس نوجوان نے پھر اولاد کے لئے درخواست کی تو حاجی صاحبؒ نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہاری بیوی کو کوئی بیماری تو نہیں ہے؟ (جو ہماری دعا قبول نہیں ہورہی) تو اس نے ہچکچاہٹ کے انداز میں کہا: بیوی؟ کیا مطلب میری تو کوئی بیوی نہیں ہے، حاجی صاحب نے ڈانٹ کر کہا تو کیا بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا؟ اتنے دنوں ہمیں دعاؤں میں رُلایا اور شادی کئے بغیر اولاد کی دعا کرواتا رہا، حضرت فرماتے تھے کہ اسی طرح بعض لوگ نیک عمل کا عزمِ جازم اور ہمت کئے بغیر صرف دعاء پر اکتفاء کرتے ہیں، بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ "کرنے کے کام تو کرنے ہی سے ہوتے ہیں" چنانچہ حضرت تھانویؒ کو جب کسی نے لکھا کہ آج کل فجر میں میری آنکھ نہیں کھل رہی، آپ دعا فرمادیں تو حضرت نے فرمایا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اشرف علی کو پر عطا فرمائیں تاکہ میں تھانہ بھون سے سے بمبئی آکر آپ کو جگا دیا کروں، مقصود جاگنا ہے اور آپ جاگنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اسی قاعدہ کے تحت راقم نے جب کسی ساتھی کو داڑھی نہ بڑھنے کی طرف محبت سے توجہ دلائی تو وہی روایتی جملہ دوہرایا گیا کہ بس آپ دعا کردیں، میں نے عرض کیا کہ میں

تو دعا کرتا ہوں لیکن میری دعا اور قبولیت میں آپ کی قینچی حائل ہے، آپ قینچی لگانا چھوڑ دیں میری دعاء ڈائریکٹ آسمان پر جائے گی۔'' (فغان اختر/۵۰۵)

احقر راقم الحروف نے حضرت والا کی مجالس میں بار بار بچشم خود یہ مناظر دیکھے ہیں کہ حضرت نے اپنے اس خاص اسلوب اور ادا سے مختلف لوگوں کی اصلاح فرمادی، کسی کو منکر کی طرف توجہ نہ تھی، اس طرح متوجہ فرمادیا اور خوش مزاجی اور حکمت سے تبدیلی کی راہ پر لگا دیا، حضرت کے مواعظ وملفوظات کے مجموعوں کا مطالعہ کرنے والے اس خصوصیت کا بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں اور حضرت کی پاکیزگئ قلب اور صفائے باطن کا کچھ ادراک کر سکتے ہیں۔

حضرت والاؒ کا تیسرا خاص امتیاز

ساحرانہ تاثیر

اللہ نے حضرت کو خلوص قلب، صفائے باطن، پاکیزگئ اندرون اور جذبۂ نصح واصلاح کے نتیجے میں یہ امتیاز عطا فرمایا تھا کہ آپ کے مواعظ وخطابات تاثیر سے لبریز ہوتے تھے۔

مواعظ کے حاضرین کا عجب رنگ ہوجاتا تھا، وہ حضرت کا چہرہ دیکھتے تو دیکھتے رہ جاتے، حضرت پر بار بار گریہ طاری ہوتا تھا، یہ منظر دیکھ کر سامعین کو بھی اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا۔

حضرت کا بیان عجیب تسلسل کے ساتھ جاری رہتا تھا، ظرافت ایسی ہوتی تھی کہ وعظ کے درمیان روتوں کو ہنسا بھی دیتے تھے اور ان کو آمادۂ اصلاح بھی کر دیتے تھے، ایک طرف منکرات پر علانیہ اور صریح طور سے بے لاگ نکیر فرماتے تھے، دوسری طرف انداز اتنا مشفقانہ اور ہمدردانہ اور الفاظ کا انتخاب ایسا موزوں اور برمحل ہوتا تھا کہ سننے والے کی عزت نفس ذرہ برابر بھی مجروح نہیں ہوتی تھی، اس طرح حضرت اپنی اس حکمت واعتدال سے حاضرین کو

بدکانے اور دور کرنے کے بجائے اپنا گرویدہ بنادیتے تھے، اور انہیں تبدیلی پر آمادہ فرمادیتے تھے بقول حضرت تائب ؔ

عجیب درد ہے اس باخدا کے لہجے میں
وہ ٹوکتا ہے خطا پر عطا کے لہجے میں
بظاہر ان کا لب و لہجہ سخت ہو لیکن
وہ تب بھی رکھتے ہیں شفقت چھپا کے لہجے میں

حضرت میر صاحب لکھتے ہیں:

”پاکستان آنے کے سولہ سال کے بعد جب حضرت اپنے شیخ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی خدمت میں پہلی بار ہندوستان گئے تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ نے تمام اکابر اور دیگر احباب و متعلقین کو اطلاع کردی، حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ الہٰ آباد سے تشریف لائے اور مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مغربی بنگال میں تھے جہاں ان کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا لیکن مفتی صاحب تشریف لائے اور حضرت سے فرمایا کہ ڈاکٹر مجھ کو سفر سے منع کررہے تھے کہ سفر نہ کریں آنکھ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں آپ کی محبت میں آ گیا۔

ہردوئی میں قیام کے دوران حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے حضرت کو وعظ کہنے کا حکم دیا، حضرت مفتی محمود حسن صاحب بھی مجلس میں موجود تھے حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب کی موجودگی میں ان کے علم کے اکرام کی وجہ سے مجھے جھجھک ہورہی تھی، میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے کمرے میں تشریف لے جاکر آرام فرمائیں تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اچھا مجھے اپنے وعظ سے محروم کرنا چاہتے ہیں، غرض

حضرت نے بیان فرمایا جس سے تمام سامعین پر وجد طاری تھا اور اکابر بھی اشکبار تھے، بیان کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نے حضرت کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ اللہ کسی کو زبان دیتا ہے تو دل نہیں دیتا، کسی کو دل دیتا ہے تو زبان نہیں دیتا، آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل اور زبان دونوں عطا فرمائے ہیں۔ (فغان اختر/۲۴۴)

حضرت والا نے خود ''تحدیث بالنعمۃ'' کے طور پر فرمایا کہ:

جو خود بامزہ نہیں ہوتا وہ دوسروں کو بھی بامزہ نہیں کرسکتا، جو خود بالغِ منزل نہ ہو، وہ دوسروں کو کیوں کر منزل پر پہونچا سکتا ہے ؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

(فغان اختر/۴۸۵)

حضرت کے مجاز شاعرِ معرفت تائب نے خوب کہا ؎

ان کی خدا رسیدہ نگاہوں کے فیض سے
کم ہیں جو اپنے دل میں خدا لے نہیں گئے
ایمان ، صدق ، مہر ، وفا ، آ گہی ، خلوص
تائب یہاں جو آئے وہ کیا لے نہیں گئے

حضرت والاؒ کا چوتھا امتیاز

کمال تقوی

حضرت والا کمال تقویٰ کے جس مقام عالی پر فائز تھے اس کی طرف اشارے کے لئے یہ چند واقعات کافی ہیں:

(۱) حضرت کے بھانجے محمد احمد صاحب کا بیان ہے کہ بچپن کے زمانے میں حضرت نے نامحرم عورتوں سے پردہ شروع کردیا، جب کوئی عورت آتی تو حضرت دوسرے کمرے میں چلے جاتے، حضرت کی والدہ صاحبہ کی خدمت میں ایک ہندو عورت آیا کرتی تھی جو پڑوس ہی میں رہتی تھی، ایک بار اس نے حضرت کے متعلق پوچھا کہ بھیا کہاں ہیں؟ حضرت کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ عورتوں سے پردہ کرتے ہیں تو اس عورت نے کہا کہ اتنا چھوٹا بچہ اور ابھی سے پردہ کرتا ہے میں ان کا پردہ چھڑاؤں گی، ایک دن حضرت والا مسجد سے نماز پڑھ کر گھر واپس آرہے تھے تو اس عورت نے دیوار کی آڑ لے کر بہانے سے کہا کہ بیٹا ذرا یہ خط پڑھ کر سنا دو، جب حضرت نے خط لینا چاہا تو اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کاہے پردہ کرتے ہو ابھی تو بچے ہو، حضرت اس سے ہاتھ چھڑا کر روتے ہوئے گھر آئے اور والدہ صاحبہ سے کہا اب میں گھر سے باہر بھی نہیں جاؤں گا۔ (فغان اختر/ ۲۳۵)

(۲) افریقہ میں سمندر کے کنارے اکثر لوگ نیم برہنہ لباس میں سن باتھ لیتے ہیں، دور کنارے پر ایسا شبہ ہوا کہ شاید وہاں یہ لوگ ہوں، تو حضرت والا نے متنبہ فرمایا کہ اُدھر نہ دیکھو کیوں کہ ناف سے گھٹنے تک ستر ہے، جس کا دیکھنا حرام ہے، چاہے مسلمان ہو یا کافر ہو، بنگلہ دیش میں مچھلی والوں کو مچھلیاں پکڑنے کے لئے بلایا گیا جو کافر تھے، وہ لنگوٹ باندھے ہوئے مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور وہاں کے سب علماء بھی دیکھ رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ کافر تو ستر چھپانے کے مکلّف نہیں ہیں، ٹانگ کھولنا ان کے لئے گناہ نہیں ہے؛ کیوں کہ کافر ہیں، اور ایمان ہی نہیں لائے ہیں، تو جب کل نہیں ہے تو جز کا کیا تلاش کرنا؛ لیکن مسلمانوں کا ان کے کھلے ہوئے ستر کو دیکھنا جائز نہیں ہے، تو کہنے لگے کہ پھر کیا کریں؛ کیوں کہ یہی لوگ تو مچھلی کا شکار جانتے ہیں، میں نے کہا کہ ان کو ایک ایک لنگی تھوڑی دیر کے لئے دے دو کہ ناف سے گھٹنہ تک چھپالیں، جب شکار کر چکیں تو اپنی لنگی واپس لے لو، اگر توفیق ہو تو ان کو ہدیہ

کردو، غریب ہیں، اس طرح مسلمانوں سے قریب ہوجائیں گے۔

اسی بات پر خیال آیا کہ نومسلموں کی تالیف قلب کے لئے یعنی ان کا دل خوش کرنے کے لئے ان کو ہدیہ دینا، خیریت پوچھنا ان سے محبت کرنا، سب عبادت ہے: **"والمؤلفة قلوبهم"** اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جو نیا نیا اسلام لائے اس کی تالیف قلب کرو، اس کا دل خوش کرو؛ تاکہ وہ اسلام سے اور قریب ہوجائے، مولانا عبدالحمید صاحب نے عرض کیا کہ ماریشس میں بھی حضرت والا نے ایسا ہی کیا تھا، کشتی چلانے والا نیکر پہنے ہوئے ٹانگیں کھولے ہوئے تھا، آپ نے اس کو لنگی بھی دی اور ہدیہ بھی دیا، ہم لوگوں کو خیال بھی نہیں تھا کہ اس کو دیکھنا حرام ہے، آپ نے توجہ دلائی۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ۱۵۹)

(۳) ایک نوجوان جس کے چہرہ پر داڑھی گھنی نہیں تھی، کل حضرت والا نے بوجہ تقویٰ ان کو پاؤں دبانے کو منع فرمادیا تھا، وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے خدمت نہ کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ راضی ہوگا؛ کیوں کہ میں نے اللہ کے لئے احتیاطاً فیصلہ کیا کہ میرے نفس کو کوئی مزہ نہ آجائے، جیسے کوئی عمارت گرجائے اور کھنڈر رہ جائے اور کھنڈر بزبانِ حال کہہ رہا ہو کہ یہاں عمارت عظیم تھی تو اس کھنڈر کا دیکھنا بھی جائز نہیں، جب گال داڑھی سے بھر جائے گا تو داڑھی سے دوستی گاڑھی ہوجاتی ہے، اس وقت دیکھنے میں حرج نہیں، اور جب تک اللہ کی دوستی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت تک احتیاط کرو اور نہ دیکھو، اس لئے احتیاط کرتا ہوں، اللہ کے لئے دیکھتا ہوں اور اللہ کے لئے نہیں دیکھتا، آنکھیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، جہاں انہوں نے فرمایا کہ دیکھو وہاں دیکھتا ہوں، جہاں منع فرمادیا وہاں نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اس کی توفیق کا شکر گذار ہوں، جن کے گال بالکل صاف ہیں ان کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا نفس شرارت نہ کرجائے، شرارت دل میں ہوسکتی ہے؛ کیوں کہ جو شیخ ہوتا ہے وہ زبان

سے اظہار شرارت نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ شیخ کو عزت کا بھی خیال ہوتا ہے اس لئے شیخ کوئی نامناسب حرکت تو نہیں کرے گا؛ لیکن دل میں خیال آ سکتا ہے، اس لئے احتیاط کرنا چاہئے۔ ''**المتقی من یتقی الشبہات**'' (متقی وہ ہے جو شبۂ گناہ سے بھی بچے) نفس بہت ہی شریر ہے، اس کے مکر سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ورنہ بہت بڑے بڑے پڑھے لکھے اور شریف لوگ نفس کی چال میں آ جاتے ہیں۔ (پردیس میں تذکرۂ وطن ۱۶۹-۱۷۰)

پانچواں امتیاز

زبان کی حفاظت کا خاص اہتمام

زبان کی حفاظت دین داری کی بنیاد اور حدیث کی زبان میں ''**ملاک ذلک کلہ**'' (پورے دین کی جڑ) ہے، حضرت والا کو اللہ نے یہ امتیاز عطا فرمایا تھا کہ آپ اپنی زبان کے تعلق سے غایت درجہ محتاط، پابند اور حساس تھے، کبھی کسی کے لئے کلمۂ شر آپ کی زبان سے نہیں سنا گیا، برادرم جناب مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب نے اپنے تاثرات میں لکھا ہے:

> ''میں پورا ایک سال بحیثیت استاذ اس مدرسہ میں رہا، اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے ساتھ مختلف مجلسوں میں بیٹھنے، تنہائی میں ملنے، امورِ مدرسہ میں تبادلۂ خیال کرنے کا موقع ملا، لیکن میں نے کبھی حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے یا کسی کو برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا۔'' (فغان اختر/ ۲۹۹)

غیبت کے تعلق سے حضرت والا کا یہ ارشاد ایک نئی جہت سے اس کی شناعت دلوں میں بٹھاتا ہے، فرمایا:

> ''خون میں تسمم ہوتا ہے تو کینسر پیدا ہوتا ہے، قرآن مجید میں غیبت

کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والے کے مترادف قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مردار کا گوشت کھانے سے جسم میں زہر پھیلتا ہے، حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحئیؒ صاحب عارفیؒ فرماتے تھے لوگ اس سبب کو مانتے نہیں لیکن حقیقت ہے کہ غیبت کینسر کا بڑا سبب ہے لہٰذا غیبت سے بچو۔'' (فغانِ اختر/۵۴۷)

چھٹا امتیاز

عشق خدا و رسول اور اتباعِ سنت

حضرت والا کے ذوق و مزاج کا خلاصہ اور حاصل یہی ہے کہ اللہ نے آپ کے دل اور سینے کو اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ عشق و محبت سے معمور و مخمور فرما دیا تھا اور ہر ہر مرحلۂ حیات میں اتباعِ سنت کا بے مثال اور قابلِ رشک جذبہ اور جوہر آپ کو خوب خوب عطا فرما دیا تھا۔

اللہ و رسول کے عشق کی یہ آگ آپ کے تینوں مرشدین حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ، حضرت مولانا محمد احمد پرتا بگڈھیؒ، حضرت مولانا ابرار الحقؒ صاحب (ہردوئی) کی صحبت کے فیضان سے آنچ پا پا کر مشتعل اور فروزاں ہوتی رہی بلکہ سہ آتشہ بن گئی، اور اسی جذبۂ عشق نے حضرت کو مولانا روم کی بارگاہ میں پہونچایا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ مثنوی رومی نے آپ کی آتش عشق کو مزید کئی آتشہ کر دیا۔

حضرت کے تمام مواعظ میں یہ رنگ بالکل نمایاں ہے، بطور خاص ایک وعظ ''تعلق مع اللہ'' کے نام سے طبع ہوا ہے، یہ وعظ ۲۵ ؍محرم الحرام ۱۴۰۱ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہوا تھا، اور اس میں اللہ کی محبتِ اشد اور اس کے حصول کے طریقے قرآن و حدیث اور مثنوی کے حوالوں سے بے انتہا مؤثر انداز میں بیان ہوئے ہیں، وعظ پڑھنے والے اپنے دلوں کو اللہ کی محبت سے لبریز پاتے ہیں، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود

صاحب وعظ کا قلب اللہ کی محبت سے کس درجہ آباد وشاداب ہے، اور کس طرح ان کو اللہ کی محبت کی دولت ہفت اقلیم کی سلطنت اور پوری کائنات سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے اس وعظ کا ایک پیراگراف نقل کردیا جائے:

''میرے دوستو! حاصل شریعت اور طریقت یہی ہے کہ نعمتوں کی محبت پر منعم کی محبت کو غالب کرلیا جائے، دنیا کی نعمتوں سے دل کم لگا ہو، نعمت دینے والے سے زیادہ لگا ہو، پھر ایسا شخص جہاں بھی رہتا ہے غالب رہتا ہے، جگر مرادآبادی کا شعر یاد آیا، یہ آپ لوگوں کی برکت سے آج عجیب مضمون بیان ہورہا ہے، جگر مرادآبادی کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

خدائے تعالیٰ کی محبت جس پر چھاجاتی ہے وہ جہاں جاتا ہے غالب رہتا ہے کسی ماحول سے مغلوب نہیں ہوتا۔'' (تعلق مع اللہ/ ۵۸)

حضرت کے اسی عشق الٰہی کا نقشہ شاعر معرفت حضرت تائب نے یوں کھینچا ہے ؎

تو خالقِ خورشید پہ ہر وقت فدا ہے
پھیلاتی ہیں ہر سمت اجالا تری باتیں
ہو کیوں نہ وسیلے سے ہمیں عشق و محبت
ہیں منزل جاناں کا وسیلہ تری باتیں
تائب تری باتوں میں ہے کچھ بات یقیناً
کیوں شوق سے سنتی ہے یہ دنیا تری باتیں

اسی طرح حضرت والا کی پوری زندگی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے سرشار نظر آتی ہے، آپ کی خلوت وجلوت دونوں اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی، گفتار ورفتار،

صورت وسیرت، کردار واطوار سب سے عشق رسالت جھلکتا تھا، اتباع سنت سے زندگی کا ہر گوشہ منور تھا، مجالس، ملفوظات ومواعظ میں اتباع سنت کی تلقین اوراس کی عظمت کا بیان بار بار ہوتا تھا، اپنے مرشد ثالث محی السنہ حضرت ہردوئیؒ کی صحبت سے آپ کو یہ ذوق خصوصی درجہ میں حاصل ہوا تھا۔

حضرت کی تمام تالیفات میں عشق رسول اور اتباع سنت کی اہمیت کے مضامین مؤثر اسلوب میں جا بجا موجود ہیں، خاص طور سے حضرت کے دو مواعظ ''آداب عشق رسول'' اور ''عظمتِ رسالت'' انتہائی اچھوتے اور دلوں کی دنیا بدل دینے والے محسوس ہوتے ہیں۔

حضرت نے درود شریف کی ایک عجیب خصوصیت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

''میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ جو کہ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحبؒ سے صرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے خلفاء میں تھے اور دوسرے خلفاء بھی حضرت کی خدمت میں باادب بیٹھتے تھے وہ فرماتے تھے کہ صرف درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ایک ساتھ نکلتے ہیں، درود شریف کے علاوہ اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں دونوں نام ساتھ ساتھ نکلیں ؎

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میان دو کریم

اے میرے رب آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، سینکڑوں شکر ہے کہ ہم دو کریم کے درمیان ہیں، ہماری کشتی پھر کیسے ڈوب سکتی ہے۔'' (عظمت رسالت/۴۳)

اتباع سنت اور عشق رسول کے بیانات میں حضرت کی خاص ترکیز صورت وسیرت کو سنت رسول کے قالب میں ڈھالنے، ڈاڑھی بڑھانے، مونچھ باریک کرنے، تصویر کی حرمت، ٹخنے چھپانے سے مکمل احتیاط، گانے بجانے کی حرمت، درود کی کثرت، ہر ہر سنت پر عمل، صحابہ کی عظمت، اہل اللہ کی صحبت اور بدعات سے نفرت کے مضمون و تلقین پر ہوتی تھی، حضرت والا کے کمال ادب کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے:

''ایک صاحب جو دبئی میں رہتے ہیں اور اکثر پاکستان آتے رہتے ہیں ان سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ مکہ شریف اور مدینہ شریف جاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں مہینہ میں کئی بار حاضری کی توفیق ہوتی ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ جوتیوں کا لفظ اللہ کے گھر کے لئے استعمال نہ کرو، اللہ کے گھر کی ناقدری اور بے ادبی ہے، پیر ہو یا پیر کا باپ، وہاں اس کی جوتیاں بھی نہیں جا سکتیں، وہ خود وہاں ننگے پیر جاتا ہے، اللہ کے گھر کسی کی جوتیوں کے صدقہ میں نہیں جاتے، اللہ کے گھر صرف اللہ کے کرم سے بندہ جاتا ہے، یہ ملفوظ سن کر ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فالج کے باوجود الحمد اللہ حضرت والا کی ذہنی صحت حیرت انگیز ہے۔ (خزائن شریعت وطریقت/ ۴۴۶-۴۴۷)

حضرت نے اہل اللہ کے اہتمامِ اتباع سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے الٰہ آباد کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کو دیکھا جو حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ سید بدر علی شاہ کے خلیفہ ہیں، ان کو دیکھا کہ ان کا کرتہ اتارنے والے خادم نے داہنے ہاتھ کی طرف سے کرتہ اتار دیا حالانکہ سنت یہ ہے کہ کرتہ پہنتے وقت پہلے داہنے

ہاتھ میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں ہاتھ سے اتارے، جوتا ہو یا کرتہ ہو یا پائجامہ ہو داہنی طرف سے پہنو اور بائیں طرف سے اتارو، میں اس وقت موجود تھا، کراچی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، حضرت نے خادم کو ڈانٹ کر فرمایا کہ تم کیسے بیوقوف ہو؟ تم کو اس سنت کا علم نہیں، تم نے میرا کرتہ سنت کے خلاف اتار دیا، اب دوبارہ پہناؤ، دوبارہ داہنے ہاتھ میں پہنا اور فرمایا کہ اب بائیں ہاتھ کی طرف سے اتارو۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کا موزہ اتارا تو داہنی طرف سے اتار دیا، فرمایا کہ پھر پہناؤ اور پہلے بائیں طرف سے اتارو، موزہ، جوتا، لباس پہنتے وقت سنت پر عمل کرو، سنت پر عمل سے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔" (آداب عشق رسول/۲۱-۲۲)

داڑھی کے تعلق سے فرمایا:

"امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ ایک مشت داڑھی تینوں طرف سے رکھنا واجب ہے یعنی دائیں طرف سے، بائیں طرف سے اور سامنے سے، لہٰذا اگر قیامت کے دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دریافت فرمالیں کہ اے میرے امتی! تو نے میرے چہرے میں کیا عیب پایا کہ میری جیسی شکل نہیں بنائی تو بتائیں ہم لوگ کیا جواب دیں گے؟ جب کہ زندگی مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی منڈی شکلوں سے سخت نفرت تھی، ایک مرتبہ ایران کے دو سفیر آپ کے سامنے حاضر ہوئے جن کی داڑھی منڈی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک نفرت سے پھیر لیا، پس اگر

قیامت کے دن ایسی شکل بنانے پر ہم سے بھی نفرت سے چہرۂ مبارک پھیر لیا تو شفاعت کے امیدوارو! کہاں جاؤ گے؟ کس کو خوش کرر ہے ہو؟ بیبیوں کو خوش کرر ہے ہو؟ اپنا نفس خوش کرر ہے ہو؟ یہ گال تمہاری ملکیت نہیں ہیں، یہ گال اللہ تعالیٰ کے ہیں، یاد رکھو! بندہ کی ہر چیز بندہ ہے، اگر ہم بندہ ہیں تو سر سے پیر تک بندہ ہیں، ہمارا ہر جز خدا کا غلام ہے، یہ گال بھی خدا کے غلام ہیں، اختر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں داڑھی رکھ لو، اختر کوئی چیز نہیں ہے، ایک بھنگی بھی اگر کمشنر کے احکام کا ٹین بجا کر اعلان کرتا ہے تو آپ کمشنر کے احکام سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ اعلان کرنے والا جمعدار ہے، اگر اختر کو انتہائی حقیر سمجھتے ہو تو ہمیں منظور ہے لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں داڑھی رکھ لو تا کہ قیامت کے دن یہ کہہ سکو کہ ؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اگر داڑھی رکھنے پر کوئی آپ پر ہنسے تو یہ شعر پڑھ دیا کرو ؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

(آداب عشق رسول/۲۲-۲۳)

داڑھی پر حضرت کا یہ شعر انتہائی مؤثر ہے ؎

جن کے چہرے پر نہ ہو آہ! نبی کی سنت
کیسے معلوم ہو مؤمن کا مسلماں ہونا

اللہ شاہد ہے کہ حضرت کے ان ملفوظات کا سامعین پر اس درجہ اثر ہوا کرتا تھا کہ مجلس

میں شریک ۹۸ فیصد حضرات یقینی طور پر اتباع کا وعدہ کر کے اور طے کر کے اٹھتے تھے۔

عظمت رسالت کی طرح عظمت صحابہ بھی حضرت والا کے ہر ہر رگ و پئے میں پیوست تھی، ایک وعظ میں فرمایا:

''حضراتِ صحابہ کی عظمت پر احقر کے دو شعر ہیں۔

خدا نے خود جنہیں بخشا رضامندی کا پروانہ
انہیں پر بعض ناداں کچھ گڑھا کرتے ہیں افسانہ
خدا کی رائے سے بھی منحرف تو ہے معاذ اللہ
میں کہہ دوں کیوں نہ اے ظالم تجھے پھر حق سے بیگانہ

اور عظمت صحابہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''صلوا کما رأیتمونی اصلی'' ہی کافی ہے کہ تم ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتا ہوا دیکھتے ہو، کیا قیامت تک کسی غیر صحابی کو یہ نعمت مل سکتی ہے کہ اس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہو، پوری کائنات میں یہ شرف صرف صحابہ کو حاصل ہے۔'' (خزائن شریعت وطریقت/ ۷۵)

حضرت کو چونکہ اشعار کا اعلیٰ ذوق تھا، بے شمار نعتیں حضرت نے وارفتگی اور غایت عشق وعقیدت کے عالم میں کہی ہیں، ہر نعت کا ہر شعر حضرت کے دل میں موجود عظمت ومحبت رسالت کا آئینہ دار ہے، خاص طور پر اتباع سنت کے تعلق سے حضرت کا یہ شعر تو بے انتہا مقبول ومعروف ہوا۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت نے اپنی پوری زندگی سنتوں کی اتباع اور اس کی دعوت میں صرف فرمائی ہے،

آپ کی مقبول کتاب ''پیارے نبی کی پیاری سنتیں'' کا ایک پیراگراف یہ ہے:

''شریعت وطریقت، تصوف وسلوک کی اساس اتباع سنت ہے، منازل قربِ الٰہی کی ابتدا بھی یہی ہے اور انتہا بھی یہی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ابتدا بھی اتباع سنت پر موقوف ہے اور انتہا بھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لئے **فاتبعونی** کی قید لگا دی کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو، پھر تمہیں کیا انعام ملے گا؟ **یحببکم اللہ**، میں تم سے محبت کرنے لگوں گا، معلوم ہوا کہ محبت کی ابتدا بھی سنت کی اتباع پر موقوف ہے اور اس کی انتہا یعنی محبوبیت عند اللہ بھی سنت کی اتباع کا ثمرہ ہے کیونکہ **فاتبعونی** پر **یحببکم اللہ** کی ترتیب منصوص ہے، اسی لئے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ ''ہمارے سلسلہ میں **وصول الی اللہ** (اللہ تک پہنچنا) اسی لئے بہت جلد ہو جاتا ہے کیونکہ اتباع سنت پر عمل کیا جاتا ہے،'' اگر آج بھی امت سنت کے راستے پر آ جائے تو اس کی دوری حضوری میں تبدیل ہو جائے اور تمام مسائل حل ہو جائیں۔'' (پیارے نبی کی پیاری سنتیں/۵۰)

ذکر رسول کی برکات کے حوالے سے حضرت نے فرمایا:

''حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''**نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم**'' ہے، یہ کتاب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف کتنا بڑا عاشقِ رسول ہے، اتنے بڑے عاشق رسول کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں کل قیامت کے دن ان کو جواب دینا پڑے گا، بہر

حال جب حضرت تھانویؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے اس زمانہ میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا تو جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہوجاتا تھا اس دن کئی اموات ہوجاتی تھیں، جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہنچی تو آپ روزانہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی شان کو لکھنے لگے تو وہاں کا طاعون ختم ہوگیا، لہذا درود شریف کی کثرت بلاؤں کو ٹالنے کے لئے بھی اکسیر ہے اور درود شریف پر دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ (آداب عشق رسول/ ۱۱-۱۲)

ایک عرصے تک حضرت والا کا معمول روزانہ رات کو سوتے وقت اسی کتاب "**نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی الله علیه وسلم**" سننے کا معمول تھا، اور شاہدین کا بیان ہے کہ سنتے وقت ادب، احترام اور عقیدت کا ایک عجیب عالم حضرت پر طاری رہتا تھا، حضرت والا کی درج ذیل نعت آپ کے سینے میں موجزن جذبات عقیدت و محبت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں
مدینہ کے شام وسحر دیکھتے ہیں
جسے آپ کا باخبر دیکھتے ہیں
اسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں
غلامی سے تیری غلاموں کا رتبہ
ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں

تجلی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دم
اسے رشک شمس و قمر دیکھتے ہیں
مدینہ کا جغرافیہ دیکھ کر ہم
عجب حالِ قلب و جگر دیکھتے ہیں
تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد
تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں
بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم
مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں
ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
تصور میں ہم ان کے گھر دیکھتے ہیں
جو روضہ پر حاضر سلاطیں ہوئے ہیں
تو پندار زیر و زبر دیکھتے ہیں
جو جالی پہ صلِّ علیٰ کہہ رہے ہیں
اے اخترؔ انہیں چشم تر دیکھتے ہیں

ساتواں امتیاز

حضرت والا کی شان زہد واستغناء

زہد واستغناء کمال ایمان وتقوی کے لوازم اور اتقیاء اہل اللہ کے خواص وامتیازات میں نمایاں مقام رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو کامل درجہ کا زہد واستغناء عطا فرمایا تھا، ذیل میں اس کے چند نمونے ”محترم جناب شاہین اقبال اثر جون پوری صاحب خلیفہ مجاز

حضرت والاؒ کے حوالے سے درج کیے جاتے ہیں:

(۱) جب حضرت والاؒ ناظم آباد میں تشریف فرما تھے تو ایک قاری صاحب ایک ہزار روپے لے کر آئے کہ کسی نے ہدیہ بھیجا ہے کہ اسے دینی ادارہ میں استعمال فرمالیں، حضرتؒ نے ان سے دریافت کیا کہ جنہوں نے یہ روپے دیئے ہیں وہ کیا کام کرتے ہیں؟ قاری صاحب نے کہا کہ وہ بینک میں ملازم ہیں، حضرتؒ نے روپے واپس کردیئے اور فرمایا ان سے کہہ دینا کہ ہم حرام آمدنی کی رقم دینی ادارے میں نہیں لگاتے، جب قاری صاحب نے ان صاحب کو رقم واپس کی تو حیرت کی وجہ سے وہ حضرت کی زیارت کے لئے ناظم آباد آئے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایک ہزار روپے واپس کردیتے ہیں، اب ہم خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس وقت یعنی ۱۹۸۰ء سے قبل کے ایک ہزار تھے، جواب نہ جانیں کتنے بنیں گے۔

(۲) پھر جب حضرت گلشن اقبال میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کرنا چاہتے تھے تو ایک خاتون نے کسی کے ذریعہ پندرہ لاکھ روپے کی رقم دینے کا ارادہ ظاہر کیا مگر ساتھ ہی اس نے کہلایا کہ دروازہ پر ان کے خاوند کا نام جلی حروف میں لکھا جائے کہ یہ مسجد ان کے ایصال ثواب کے لئے بنوائی گئی ہے، حضرتؒ نے یہ کہہ کر رقم لینے سے انکار کردیا کہ مسجد کے نام کی تختی (یعنی مسجد اشرف) پہلے ہی لگ چکی ہے، اب کسی اور کی تختی نہیں لگ سکتی۔

(۳) حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت الحاج نواب عشرت علی خان قیصر صاحبؒ (جو دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں) کے حضرت والاؒ سے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات تھے، ایک مرتبہ حضرت نواب صاحبؒ نے کہا کہ حضرت! دوبئی میں میرے ایک دوست ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا تو آپ کے ادارہ کے لئے سات لاکھ روپے دے دیں گے، حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے، اگر وہ خود نیک کام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے، مگر کچھ دنوں کے بعد نواب صاحبؒ نے

فرمایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ مسجد کا جو متولی ہے وہ دوبئ آ کر دستخط کرے تو ہم حوالہ کردیں گے، حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ فقیر کسی امیر کے دروازہ پرنہیں جائے گا، ورنہ قیامت تک کے لئے یہ دھبہ لگ جائے گا، کہ اس ادارہ کا متولی کسی امیر کے دروزاہ پر گیا تھا، اور میں " **بئس الفقیر علیٰ باب الامیر** " ہوجاؤں گا، لہذا حضرتؒ نے سخت ضرورت کے باوجود وہاں جانے سے صاف انکار کردیا، حضرت نواب قیصر صاحبؒ حضرتؒ کے اس جواب سے بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ آپ تو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں اور کہا کہ میں اگر کسی اور کو کہہ دیتا تو وہ میرے جوتے اٹھاتا کہ کسی طرح یہ رقم ہمیں مل جائے، لیکن آپ نے انکار فرمادیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت پھولپوریؒ کی جوتیاں اٹھائی ہیں، یہ انہیں کا کمال ہے، ان کی نگاہ کا اثر ہے، مجھے بھی رقم کی ضرورت ہے لیکن عظمت دین اور عزت نفس کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتا۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو
سکھائے فقر کے آداب تونے بادشاہی کو

پھر حضرت نے یہ بات حضرت ہردوئیؒ کو لکھی تو حضرت ہردوئیؒ نے جواب میں لکھا کہ "مبارک ہو! تعمیر فقیری تعمیر شاہی سے افضل ہے"، چنانچہ الحمد اللہ کسی چیز کی کمی نہیں ہوئی، جوخوش قسمت لوگ اللہ والوں کی جوتیاں اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اہلِ زر کی احتیاج سے بے نیاز کردیتا ہے۔

(۴) ایک صاحب جو اپنی رقم اللہ کی راہ میں لگانا چاہتے تھے، کسی حوالے سے اس زمانے میں مسجد اشرف آئے، جب مسجد تعمیر ہورہی تھی، انہوں نے دورانِ گفتگو معترضانہ انداز میں کہا کہ یہ ٹائل آپ نے اتنے اوپر کیوں لگائے ہیں، یہ تو بس نیچے نیچے کافی تھے،

حضرتؒ نے بے ساختہ فرمایا کہ میں نے آپ سے مشورہ مانگا ہے؟ افسوس ہے آپ نے اپنے مشورہ کو ضائع کیا، پھر انہوں نے لاکھ کوشش کی کہ حضرتؒ ان کی رقم قبول کرلیں مگر حضرتؒ نے کسی طرح قبول نہ کیا، کہ جو پہلے ہی اعتراض کررہا ہے، وہ بعد میں نہ جانے کیا کیا کرے گا، اور پھر فرمایا کہ میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ میں استغناء کے ساتھ دین کی خدمت کررہا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے نصیحت فرمائی تھی کہ دین کا کام امام بن کر کرنا نہ کہ غلام بن کر۔

(۵) ایک مرتبہ سعودی عرب کے کوئی سرکاری آدمی حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ حضرت کوئی خدمت ہو تو مجھے حکم کردیں، تعمیل کرنا میری سعادت ہوگی، علالت کی حالت میں حضرتؒ نے آنکھیں موندلیں، پھر آنکھیں کھولتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میرے لیے یہ فقیر کافی ہیں، وہ حیران ہوکر حضرت والاؒ کو دیکھنے لگا کہ میرے پیچھے تو عجمی لوگ ہر وقت پھرتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا مدعا ہی سن لیں مگر۔

یہاں تو ایک پیغام جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہی سے پوچھئے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

جب حضرت والاؒ ساوتھ افریقہ تشریف لے گئے تو ایک بہت بڑے تاجر نے (جن کا بہت بڑا اسٹور تھا، جس میں سوئی سے لے کر گاڑیاں تک موجود تھیں) حضرتؒ سے درخواست کی کہ میرے اسٹور میں تشریف لاکر دعا کرادیں، حضرتؒ نے دعا فرمادی، پھر انہوں نے پورے اسٹور کا معائنہ کروایا، پھر عرض کیا کہ حضرتؒ اس میں جو چیز آپ کو پسند ہو آپ قبول فرمالیں مجھے بہت خوشی ہوگی، مگر حضرت نے ان تاجر صاحب کے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو آپ کا دل چاہیے، جس میں اللہ کی محبت کا باغ لگاؤں، وہ تاجر اتنے متاثر ہوئے کہ رات میں حاضر خدمت ہوکر حضرتؒ کے پاؤں دبانے لگے، ان کے جانے کے بعد کسی نے کہا کہ حضرتؒ یہ تو اتنا دولت مند ہے کہ کسی کے ساتھ گفتگو اور مسکرانے کی

نوبت بھی کم آتی ہے، اس نے آپ کے پاؤں کیسے دبائے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس تاجر نے میرا پاؤں اس لئے دبایا کہ میں نے اس کی جیب نہیں دبائی۔ (فغان اختر/ ۴۸۸-۴۹۰)

(۶) اسی طرح افریقہ میں جب حضرت والاؒ پہلی مرتبہ تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے کہا کہ حضرت: فلاں صاحب رئیس آدمی ہیں، میں ان سے کہہ دیتا ہوں آپ کا جو مدرسہ بن رہا ہے اس میں تعاون کردیں گے، وہ میرے دوست ہیں اور آپ سے محبت بھی رکھتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ میں کبھی کبھی تمہارے ہاں آکر ٹھرتا ہوں، اور تم مجھ سے عقیدت بھی رکھتے ہو، تو وہ تمہارے کہنے کو میرا کہنا ہی سمجھیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ مولانا خود تو نہیں کہہ رہے ہیں لیکن اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں، میں دین کو فروخت کرکے دنیا نہیں کما سکتا، اگر چہ یہ بھی دین ہی کا کام ہے کہ کسی کا پیسہ کسی دینی مصرف میں لگ جائے، لیکن میں ان کے دل میں بدگمانی پیدا نہیں کرنا چاہتا پھر میری بات کا اثر ختم ہوجائے گا، میں دین کی قیمت پر کوئی چیز فروخت نہیں کرسکتا۔ (فغان اختر/ ۴۹۱)

(۷) ایک موقع پر دو بے حد دولت مند تاجر حضرت والا کی خدمت میں موجود تھے، کسی صاحب نے حضرت والا کے معتمد خاص جناب سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہم سے مرعوبیت کے ساتھ ان دونوں کی مال داری کا ذکر کیا، حضرت میر صاحب کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ دیکھو حضرت ان دونوں سے کیا فرما رہے ہیں؟ ایک شخص کو فرما رہے تھے کہ پائینچے ٹخنوں سے اوپر رکھا کریں، اور دوسرے کو فرما رہے تھے کہ جب کسی دینی خادم کے پاس حاضر ہو تو سر ڈھانک کر جایا کرو، وہ مرعوب شخص حیرت وشرمندگی کی تصویر بن کر رہ گیا۔ (ایضاً)

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے حضرت والا کا مذاق اور مزاج کیا تھا، اور اللہ نے استغناء ورع اور زہد کی کیسی نعمت سے آپ کو مالا مال فرمایا تھا، اور پھر اسی

استغناء وغیرت کے ساتھ حضرت کے ذریعہ کیسے کیسے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔

آٹھواں امتیاز

اتحادِ امت کی فکر اور تعصب سے نفرت

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ کی وحدت و اجتماعیت کے صرف داعی ہی نہیں، عملی طور پر اس کے لئے ساعی اور کوشاں رہا کرتے تھے، ہر قسم کے تعصب اور نفرت اور انتشار سے آپ بے انتہا تکدر محسوس فرماتے تھے، وطن، قوم، نسل اور زبان و کلچر کی ہر نسبت پر آپ اسلام اور دین کی نسبت کو مقدم اور اہم سمجھتے تھے۔

حضرت نے اپنے متعدد مواعظ و ملفوظات کے ذریعہ جاہلی تعصب و انتشار کی لعنت پر علانیہ نکیر فرمائی اور وحدت و محبت کا ایمانی شیریں پیغام پوری امت کو دیا، آپ نے پوری ملت اسلامیہ کو اللہ و رسول کی محبت کے نام پر مجتمع و متحد ہونے کی دعوت دی، اس کا ایک نمایاں مظہر آپ کے مریدین، متوسلین، منتسبین کا وہ کاروان حق ہے جس میں مختلف ممالک، علاقوں، زبانوں، رنگوں اور خاندانوں کے لوگ شامل ہیں۔

اس موضوع سے متعلق حضرت کے مختلف ملفوظات کو ایک مختصر بیش قیمت رسالے میں ''قومیت و صوبائیت اور زبان اور رنگ کے تعصب کی اصلاح'' کے عنوان سے طبع کر دیا گیا ہے، یہ رسالہ تعصب و انتشار کے فتنے کی اصلاح کے لئے تیر بہ ہدف نسخہ اور اکسیر کا مقام رکھتا ہے، حضرت نے اس رسالہ میں واضح فرما دیا ہے کہ عصبیت سوءِ خاتمہ کا پیش خیمہ ہے، یہ کفر کی نشانی ہے، جنت سے محرومی کی علامت ہے، زبانوں اور رنگوں کا اختلاف معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے، نفرت و تعصب کی بنیاد نہیں ہے، نقطۂ وحدت اللہ کا عشق ہے، اللہ کے عاشق سب ایک قوم ہیں، خاندانوں اور قبیلوں کا مقصد قرآنی صراحت کے مطابق تعارف ہے، تفاضل و تفاخر نہیں ہے۔

نواں امتیاز

قرآن اور معارف قرآن سے خاص شغف

حضرت والا کا ایک نمایاں امتیاز قرآن اور معارف قرآن سے خاص ربط، تعلق اور شغف تھا، ہر مجلس اور وعظ میں یہ قرآنی رنگ بالکل نمایاں رہتا تھا، بطور خاص علامہ آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی گویا آپ کو حفظ تھی، بکثرت اس کی عبارتوں کا حوالہ دیتے تھے لمبے لمبے پیراگراف روانی سے پڑھتے چلے جاتے تھے، اسی طرح حدیث کی بلند پایہ کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' سے خاص مناسبت تھی، اور مشکوۃ کی مستند شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' (از ملا علی قاریؒ) کی طویل عبارات آپ کو یاد تھیں، اور موقعہ بہ موقعہ آپ اسے اپنے مواعظ میں سناتے تھے۔

ایک سفر میں حضرت والا ہردوئی تشریف لے گئے تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب سے حضرت والا کے تعلق کی وجہ سے شیخ نے حکم دیا کہ الٰہ آباد میں مولانا محمد احمد صاحب آپ کے منتظر ہیں جا کر ان سے مل آئیے، مولانا نے وہاں حضرت کا بیان کرایا، بیان کے بعد فرمایا کہ روح المعانی کے حوالوں سے تو بہت سے علماء بیان کرتے ہیں لیکن آپ جو روح المعانی سے بیان کرتے ہیں اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے اللہ تعالیٰ نے جو درد آپ کو عطا فرمایا ہے وہ روح المعانی کی لذت بڑھا دیتا ہے۔ (فغان اختر/۲۴۴)

دسواں امتیاز

اعلیٰ ذوق شعری

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ کے فیض صحبت سے حضرت والا کو حمدیہ، نعتیہ اور عارفانہ اصلاحی شاعری کا اعلیٰ ذوق حاصل ہوا تھا، محبتِ خدا و رسول سے لبریز اشعار کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں، اور سب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہیں۔

گیارہواں امتیاز
خلفاء کی مسلسل نگرانی

حضرت کی حیات میں اہم چیز یہ بھی ہے کہ آپ کی طرف سے اپنے خلفاء و متعلقین و منتسبین کی راست نگرانی فرمائی جاتی رہی، اور ہر ہر قدم پر ان کی تربیت ہوتی رہی، آپ نے اپنے خلفاء کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ مسلسل ان کی نگرانی جاری رکھی، چناں چہ دنیا کے مختلف خطوں میں حضرت کے خلفاء حضرت کے مشن کو حضرت کی ترتیب کے مطابق انہیں اصولوں پر آگے بڑھانے میں منہمک ہیں۔

بارہواں امتیاز
بلند پایہ علمی رسوخ اور نکتہ رسی

حضرت والا کی شہرت و مقبولیت عمومی طور پر ایک صاحب درد عارف کامل، ولی اور مصلح کی حیثیت سے ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت ان سب اوصاف کے پہلو بہ پہلو بلند پایہ عالم اور قرآن و سنت کے معارف و حقائق، لطائف و دقائق، اسرار و نکات سے کامل طور پر باخبر، وسیع النظر، عمیق الفکر، مجتہدانہ بصیرت کے حامل اور اخاذ و رسا ذہن و دماغ رکھنے والے عظیم المرتبت محقق بھی تھے، حضرت والا کے ان علمی امتیازات اور دقت نظر کا ادراک تمام اہل علم آپ کے مواعظ و تالیفات میں اور بطور خاص تین کتابوں ''خزائن القرآن''، ''خزائن الحدیث'' اور ''خزائن شریعت و طریقت'' میں بخوبی کر سکتے ہیں، ان تمام کتابوں میں تفسیری نکات، حدیث کے تعلق سے توضیحی ارشادات، شریعت و طریقت کے جامع حقائق کے ساتھ ہی حضرت والا کی زبان مبارک سے واردات غیبیہ کے قبیل سے جاری ہونے والے الہامی نفیس مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں، ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہ ''اسم بامسمیٰ'' اور

اپنے دامن میں علمی خزانوں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

ذیل میں ہم چند نمونے درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین اندازہ کرسکیں کہ حضرت والا کا علمی رسوخ کیسا تھا اور اللہ نے کیسی نکتہ رسی اور دقت نظر آپ کو عطا فرمائی تھی۔

(۱) صدیق کی تعریف

علامہ آلوسیؒ نے صدیق کی تین تعریفیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) **الذی لا یخالف قاله حاله** (جس کا قول اور حال ایک ہو یعنی دل وزبان ایک ہو)

(۲) **الذی لا یتغیر باطنه من ظاهره** (جس کا باطن ظاہری حالت سے متاثر نہ ہو)

(۳) الذی یبذل الکونین فی رضا محبوبه (صدیق وہ ہے جو دونوں جہان اللہ پر فدا کردے)

صدیق کی تین تعریفیں تو آپ نے سن لیں اور چوتھی تعریف اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنے مبدءِ فیض سے براہ راست عطا فرمائی، بدعائے بزرگاں اگر اختر کو بھی عطا ہو جائے تو کیا تعجب ہے، وہ چوتھی تعریف یہ ہے کہ جو بندہ اپنی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں اپنے اندر نہ لائے یہ بھی صدیق ہے۔

(فغان اختر/۳۶۳-۳۶۴)

(۲) منافق: مستقل احمق

منافقین صحابہ کرامؓ کو بے وقوف، فاتر العقل اور ہوش وخرد سے ناآشنا کہتے تھے، حق جل مجدہ کی جانب سے جب یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ اس جیسا ایمان لاؤ جیسا کہ صحابہؓ ایمان لائے ہیں تو اس کی تحقیر کرتے ہوئے فقرے کستے اور کہتے کہ "**أنؤمن کما آمن السفھاء**" کیا ہم ویسے ہی مسلمان ہو جائیں جیسے احمق لوگ بن گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ گستاخی بڑی ناگوار گزری اور فرمایا" **ألا انهم هم السفهاء**"، علم نحو کے اعتبار سے یہ مستقل

جملہ ہے، جملہ معطوفہ نہیں، اس کا راز کیا ہے؟ حضرت والاؒ فرماتے ہیں:

''صحابہ کو برا کہنے والوں کی حماقت کی سند خود اللہ نے دی ہے یہ خالص احمق ہی نہیں مستقل احمق ہیں، ان کی حماقت مستقلہ ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کریں،'' ألاانهم هم السفهاء'' میں ایک '' هم'' اور نازل فرما کر دوسرا جملہ مستقلہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا'' هم السفهاء'' یہ دوسرا ''هم'' پھر مبتدا نازل ہوا کہ مبتدا خبر بن کر استقلالِ حماقت قیامت تک ثابت رہے، انہوں نے ہمارے عاشقوں کو حقیر سمجھا، تو یہ ہمیشہ کے لئے محروم ہیں، اور ان کی حماقت پر جملہ مستقلہ نازل فرمایا، یہ جو میں کہہ رہا ہوں علامہ محمود نسفی نے بھی ''تفسیر خازن'' میں تحریر فرمایا ہے، میں نے تفسیر میں بعد میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی میرے قلب کو یہ علم عطا فرمایا لیکن میں نے تصدیق کے لئے ''تفسیر خازن'' دیکھی تو یہی بات تھی۔'' (انعامات ربانی/۲۶)

(۳) قرآنی اسلوب کی حکمت

بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد میں قرآن نے کئی مقامات پر تعلیم اور تزکیہ دونوں کا ذکر کیا ہے، لیکن کہیں تعلیم کو پہلے اور تزکیہ کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے، اور کہیں تزکیہ کو پہلے اور تعلیم کو بعد میں، اس کی عجیب حکمت وتوجیہ بیان کرتے ہوئے حضرت والاؒ نے فرمایا:

''میرے شیخ اول حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ نے فرمایا: قرآن پاک میں بعض جگہ یعلمهم الکتب مقدم ہےاور یزکیهم مؤخر ہے، اور بعض جگہ اس کے برعکس ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ جہاں تعلیم کتاب مقدم ہے، وہاں علوم دینیہ کی عظمت کا بیان ہے تاکہ صوفیاء

علوم دینیہ سے مستغنی نہ ہوں اور شریعت وطریقت کو الگ الگ نہ سمجھیں، اور جہاں تزکیہ مقدم ہے، وہاں علماءِ دین کو تنبیہ ہے کہ تزکیہ کی نعمت سے غافل نہ ہونا، اس کی حضرتؒ نے عجیب مثال دی تھی کہ ظرف کی صفائی سے مقصود مظروف ہوتا ہے، شیشی کی صفائی سے مقصود عطر ہوتا ہے کہ صاف شیشی میں ڈالا جائے، تعلیم کتاب کے تقدم میں علم کی عظمت کا بیان ہے کہ صوفیاء عمر بھر قلب کی شیشی ہی نہ دھوتے رہیں، علوم دین کی بھی فکر کریں، اور تزکیہ کے تقدم میں علماءِ کرام کو ہدایت ہے کہ قلب کی شیشی کی صفائی کی فکر کریں کہ گندی شیشی میں عطر کی خوشبو ظاہر نہ ہوگی، غیر مزکّٰی قلب سے فیضان علوم نہ ہوگا۔ (فغان اختر/ ۵۴۹)

(۴) فرار الی اللہ (اللہ کی طرف بھاگنے) کی تفسیر

مؤمن کی امتیازی شان یہ ہے کہ حسن کا عالم شباب ہو، اور طبیعت کا شدید میلان اور ہیجان ہو کہ اس کو دیکھ لو، اس کا بوسہ لے لو، گناہ کرلو، مومن اس وقت اللہ کے خوف سے بھاگتا ہے، شباب حسن سے صرف نظر کرتا ہے اس کا نام ''فرارِ شرعی'' ہے، اور **ففروا الی اللہ** میں اسی فرار کا حکم ہے، اور فرارِ شرعی کی تین قسمیں ہیں، آنکھوں سے حسین لڑکیوں اور لڑکوں کو نہیں دیکھا، شدید تقاضے کے باوجود نگاہِ چشمی کی حفاظت کی یعنی اپنی نگاہوں کو حسینوں سے بچایا اس کا نام ''فرار عینی'' ہے، اس کے بعد نگاہ قلبی کی بھی حفاظت کی یعنی دل میں گندے گندے خیالات نہیں پکائے، دل میں قصداً اس حسین کا خیال نہیں لائے اس کا نام ''فرار قلبی'' ہے، اس کے بعد جسم سے بھی بھاگے، حسینوں کے پاس سے اپنے جسم کو بھی دور کردیا، اسباب گناہ سے

دور ہوگئے کہ اگر قریب رہیں گے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، کسی نہ کسی وقت نظر اٹھ جائے گی یہاں تک کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہے اس لئے جسم کو اللہ کی نافرمانی کے اسباب سے دور کردیا اس کا نام ''فرارِ قالبی'' یا ''فرار بدنی'' ہے۔

فرارِ شرعی کی یہ تین قسمیں شاید ہی آپ کسی کتاب میں پائیں گے، مفسرین کی جتنی عربی تفسیریں ہیں اس آیت کی تفسیر دیکھئے، مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم میں اختر کو اس وقت خاص فرمایا، اور شاید ہی یہ بات آپ کہیں پائیں اور شاید لفظ دعویٰ توڑنے کے لئے کررہا ہوں اور اس کو تفسیر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ قرآن پاک کے لطائف میں سے ہے۔ (فغان اختر/۳۶۴)

(۵) ''امام عادل'' کی عجیب الہامی شرح

امام عادل یعنی جو مملکت کا خلیفہ یا بادشاہ ہو اور اپنی رعایا میں عدل وانصاف کرتا ہو، اس سلسلے میں میں نے عرض کیا تھا کہ بعض لوگ کہیں گے کہ بادشاہت تو خواب میں بھی نظر نہیں آرہی ہے ہم کیسے امام عادل بن کر عرش الٰہی کا سایہ لے سکتے ہیں؟ اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ اگر ہم اپنے جسم کی پانچ چھ فٹ کی مملکت پر عدل قائم کردیں تو ہمارا شمار بھی امام عادل میں ہوجائے گا یعنی آنکھوں سے بدنظری نہ کریں تو آنکھ کے صوبے پر عدل قائم ہوگیا، کانوں کی گانا سننے کی ڈیمانڈ کو پورا نہ کریں تو گویا کان کے صوبے پر عدل قائم ہوگیا، دل میں گندے خیالات قصداً لاکر حرام مزہ نہ لیں تو دل کے اندرن کی وفاقی اور سینٹرل گورنمنٹ پر بھی عدل قائم ہوگیا، اسی

طرح سر سے پیر تک ہر عضو کو اللہ پاک کی نافرمانی سے جو بچالے تو ہر مومن امام عادل ہوگیا، کیونکہ اس کا قلب سینٹرل گورنمنٹ یعنی وفاق، مرکز اور دارالسلطنت ہے، اس کے دل نے کسی اللہ والے کی صحبت سے زبردست طاقت وفاقی حاصل کرلی جس سے اس کا دل تگڑا ہوگیا پھر وہ اپنے جسم کے ہر صوبے میں عدل اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ایک عادل حکومت قائم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حرام لذت کو اینٹھنے کی غیر شریفانہ حرکت سے اس کو اللہ تعالیٰ حیاء اور غیرت اور طہارت قلبی عطا فرماتے ہیں اور حفاظتِ قلبی بھی نصیب فرماتے ہیں۔ (فغان اختر/۳۶۶-۳۶۷)

(۶) ایک فقہی مسئلے سے صحبت اہل اللہ پر عجیب استدلال

اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ اس کو ایک فقہی مسئلہ سے ثابت کرتا ہوں: کسی کے پاس دس ہزار روپیہ ہے، سال کے گیارہ مہینے گذر گئے، زکوۃ فرض ہونے میں ایک مہینہ رہ گیا کہ دس ہزار روپئے کی رقم اور آ گئی، ایک ماہ بعد اب اس نئی رقم پر بھی زکوۃ فرض ہے، علماء دین موجود ہیں ان سے پوچھ لیجئے، دس ہزار کی نئی رقم پر تو ابھی سال نہیں گذرا پھر اس پر زکوۃ کیوں فرض ہوئی؟ وجہ یہ ہے کہ گیارہ مہینہ سے جو رقم مجاہدہ میں تھی اس کی صحبت میں یہ دس ہزار کی نئی رقم آ گئی جس کی برکت سے ایک ہی مہینہ میں وہ بالغ ہوگئی اور اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے زکوۃ فرض کردی کہ یہ سرکاری دربار میں قبول کی جائے گی، معلوم ہوا کہ جو مجاہدہ کرنے والے ہیں ان کی صحبت کی برکت سے کم مجاہدہ والوں کا بھی کام بن جاتا ہے، اللہ والوں کی صحبت میں جلد اللہ والا بننے کا یہی راز ہے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان

صاحب جلال آبادیؒ فرماتے تھے کہ تھرڈ کلاس کا ڈبہ جس کی سیٹیں بھی پھٹی ہوئی ہیں، اسکرو ڈھیلے ہیں، چوں چاں کررہا ہے لیکن اگر فرسٹ کلاس کے ڈبوں سے جڑا رہے تو جہاں انجن پہنچے گا وہ تھرڈ کلاس والا ڈبہ بھی وہاں پہنچ جائے گا، پس اگر ہم نالائق ہیں، گناہ گار ہیں اور لائقوں کے پاس رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ نجات پائیں گے، مولانا جلال الدین رومیؒ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ اگر تم کانٹے ہو تو پھولوں کے دامن میں چھپے رہو، جو کانٹے پھولوں کے دامن میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ کا عجیب دستور ہے کہ باغ بان ان کو باغ سے خارج نہیں کرتا ع

آں خارمیگریست کہ اے عیب پوش خلق

ایک کانٹا رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے! میرا عیب کیسے چھپے گا، مجھے تو آپ نے کانٹا پیدا کیا ہے۔

شد مستجاب دعوت او گلغدار شد

اللہ تعالیٰ شانہ نے اس کی دعاء قبول کر لی اور اس پر پھول کھلا دیا جس کے دامن میں اس خار کا عیب چھپ گیا، بتائیے کہ گلاب کے پھول کے نیچے کانٹے ہیں یا نہیں؟ مگر کیا کسی باغ سے وہ کانٹے نکالے جاتے ہیں؟ اسی طرح اگر ہم اللہ والوں سے جڑے رہیں تو امید ہے کہ ان کے صدقہ میں انشاء اللہ تعالیٰ جہاں وہ جائیں گے مثل کانٹوں کے ہم بھی ساتھ ہوں گے محبت کی برکت سے۔ (فغان اختر/ ۳۶۸-۳۶۹)

(۷) وراثت کا مسئلہ

وراثت کا مشہور مسئلہ ہے کہ میت کے ترکہ میں سے مذکر کو دو اور مؤنث کو ایک حصہ

ملے گا، قرآن مقدس کی آیت ''للذکر مثل حظ الانثیین'' صاف وصریح اس پر ناطق ہے، قرآن وحدیث میں بیان کردہ اس مسئلہ کو فقہاء نے بڑی تفصیل سے سمجھایا ہے، اس مسئلہ کے راز کو خاص اسلوب میں سمجھانے کی سعادت حضرت والاؒ کے حصہ میں آئی، فرماتے ہیں:

''چونکہ لڑکی کا روٹی، کپڑا اور مکان شوہر کے ذمہ ہے اور لڑکے پر ڈبل ذمہ داری ہے، اپنے روٹی، کپڑا اور مکان کی بھی فکر اور بیوی کے روٹی، کپڑا اور مکان کی بھی فکر، لہذا ڈبل فکر والے کو اللہ میاں نے ڈبل حصہ عطا فرمایا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھا کہ اس کے روٹی، کپڑا اور مکان کی ذمہ داری اگرچہ شوہر کے اوپر ہے لیکن بعض معاملات میں اُسے شوہر سے پیسہ مانگنے میں غیرت آتی ہے، مثلاً اس کے بھانجے، بھتیجے اور رشتہ دار آگئے تو شوہر کا پیسہ ان پر خرچ کرتے ہوئے اسے شرم آتی ہے کہ میرا شوہر کہے گا کہ اپنے رشتہ داروں میں میرا پیسہ خرچ کرتی ہے، لہذا اس کو بھی ایک حصہ دے دیا کہ اس کی جیب بھی گرم رہے، اور وہ باعزت رہے۔ (افضال ربانی/۶۵)

(۸) شکر ذریعۂ قرب ہے

حضرت والاؒ کے خلیفہ حضرت مولانا جلیل احمد اخون صاحب لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ سے حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم آزادوِل جو حضرت شیخؒ کے اِرادت مند اور خلیفہ مجازِ بیعت ہیں انہوں نے فون کیا اور عرض کیا کہ حضرت شیخ: آپ کے تعلق اور نظرِ عنایت کے بعد مخلوق کا رجوع بڑھ رہا ہے، اس سے ڈر ہے کہ میں عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو جاؤں تو حضرت شیخؒ نے فون پر جواب دیا اور فرمایا کہ یہ میرا ٹیلیفونک خطاب ہے، بندہ بھی وہاں موجود تھا، فرمایا: اس نعمت پر خوب شکر ادا کرو اور شکر ذریعۂ قرب ہے اور کبر ذریعۂ بعد ہے اور اجتماعِ

نقیضین محال ہے، حضرت شیخ کے اس مختصر ٹیلیفونک خطاب پر وہاں موجود علماء کی جماعت مست ہوگئی۔'' (فغان اختر/ ۳۹۷)

(۹) حافظ قرآن کو تہجد گذار ہونا چاہئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اشراف امتی حملة القرآن و اصحاب اللیل.

(مشکوٰۃ المصابیح/ ۱۱۰)

میری امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن اور تہجد گزار ہیں۔

حملۃ القرآن کے بعد اصحاب اللیل فرما کر یہ بتادیا کہ یہ شرافت مکمل جب ہوگی، جب مقرب بالکلام، مقرب بصاحب الکلام یعنی مقرب بالمتکلم بھی ہو، مراد یہ ہے کہ حافظ قرآن اللہ تعالیٰ کا مقرب بھی ہو مگر اس قرب خاص کے حصول کا ذریعہ تہجد کی نماز ہے۔

احقر نے یہ تقریر ہردوئی اشرف المدارس کے طلباء کرام کے اجتماع میں کی تھی، حضرت مرشدنا ہردوئیؒ بھی تشریف رکھتے تھے، کچھ طلباء کرام کا حفظ مکمل ہوا تھا اس کا جلسہ تھا، اسی سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ آپ حضرات حاملینِ قرآن تو ہوگئے لیکن اشراف امت ہونے کے لئے حملۃ القرآن کے بعد فوراً واصحاب اللیل فرمایا، اس ترتیب اور تقدم وتاخر میں یہ حکمت بھی ہے کہ جو لوگ محض حفظ کر کے اعمال اور اصلاحِ اخلاق اور حضوری مع الحق کی دولت سے غافل رہیں گے تو خلق بھی ان کو اشراف امت نہ سمجھے گی، چنانچہ آج لوگوں کی نظر میں اہل علم کی جو بے قدری ہے اس کا سبب حق تعالیٰ سے رابطہ کی کمزوری ہے اور اس کے نتیجہ میں اعمال واخلاق کی خرابی دیکھ کر

عوام متوحش ہوتے ہیں اور بجائے عزت کے ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔(خزائن شریعت وطریقت/ ۷۸-۸۰)

(۱۰) بخاری کی آخری حدیث سے متعلق ایک منفرد علم عظیم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کلمتان حبیبتان إلی الرحمن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم.

حضرت والاؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''**کلمتان حبیبتان الی الرحمن** دو کلمے اللہ کو بہت محبوب ہیں، اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ جیسی عظیم الشان ذات کو محبوب ہیں تو وہ کلمے بہت بھاری ہوں گے، کوئی لمبا چوڑا وظیفہ ہوگا، اس لئے آگے فرمایا کہ **خفیفتان علی اللسان** اللہ کو پیارے تو ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کس صفت کی طرف نسبت کی ہے؟ صفت رحمٰن لائے ہیں یعنی شانِ رحمت کی وجہ سے یہ کلمے محبوب ہیں، شان رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ پرچہ آسان کردیں، لہٰذا یہ کلمے بھاری نہیں زبان پر ہلکے ہیں، کیونکہ بوجہ حق تعالیٰ کی رحمت کے یہ کلمے اللہ کے یہاں محبوب ہیں اس لئے **خفیفتان** ہیں یعنی ہلکے ہیں، کوئی مضمون ان میں مشکل نہیں، لیکن ایک اشکال پھر پیدا ہوتا ہے کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو قیامت کے دن کہیں ترازو میں بھی ہلکے نہ ہوجائیں تو جواب دے دیا **ثقیلتان فی المیزان** کہ ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔

جب بندہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تو پاک ہوں ہی، تمہارے سبحان اللہ کہنے سے میں پاک نہیں ہوتا بلکہ روئے زمین پر جو سبحان اللہ پڑھتے ہیں، میری پاکی بیان کرتے ہیں، میں اپنی پاکی بیان کرنے کے صدقے میں، سبحان اللہ کہنے کے طفیل و برکت سے ان کو ایک انعام دیتا ہوں کہ ان کو پاک کر دیتا ہوں۔

اس حدیث کے پڑھنے والے کو تین نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گی، تو سنئے: **سبحان اللہ** کہنے سے کیا ملے گا؟ انشاء اللہ اخلاق کی پاکیزگی عطا ہوگی، اور **بحمدہٖ** سے کیا ملے گا؟ جو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہے اللہ مخلوق میں اس کو محمود کر دیتے ہیں، جو حامد ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کو دلوں میں محمود کر دیتا ہے یعنی مخلوق کی زبان پر اس کی تعریف اللہ جاری کر دیتا ہے، لیکن بندہ کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ غیر اللہ ہے، مخلوق میں محمود اور پیارا ہونے کے لئے اللہ کو نہ چاہو، اللہ کے لئے اللہ کو چاہو، آپ اس کی فکر ہی نہ کریں، بس ان کے ہو جاؤ۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہی کا انہی کا ہوا جا رہا ہوں

اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ ثناء خلق کی دولت آپ کو دے دیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھا دی کہ **حسنۃ** ہم سے مانگو، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک بیوی تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک اولاد تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ مخلوق تمہاری تعریف کرے بلکہ جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے اس کی اور تذلیل ہوتی ہے، اللہ سے **حسنۃ** مانگو، اللہ جب دے گا تب اصلی چیز ملے گی اور غیب سے ملے گی اور بے خطر

ملے گی، جب اللہ نعمت دیتا ہے، تو نعمت کی اور نعمت پانے والے کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے، اور جو اپنی تعریف خود کرتا ہے، بلا مانگے بلا دعا جو کام کرتا ہے وہ کام اچھا نہیں ہوتا، تو **بحمدہٖ** سے کیا ملے گا؟ آپ محمود ہو جائیں گے، چونکہ **بحمدہٖ** سے آپ حامد ہوئے اور جب حامد ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس حمد کی برکت سے آپ کو محمود کر دے گا یعنی ثناء خلق کی نعمت سے اور حسنہ کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔

اور آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ پڑھو **سبحان اللہ العظیم** اس کا اصطلاحی ترجمہ سن لو **ای اسبح اللہ عن النقائص کلھا علی حسب شان عظمتہٖ** میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے اس کی شان عظمت کے شایان شان، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **جزآء وفاقا** اللہ تعالیٰ کی جزا موافق عمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ عمل کے موافق جزا دیتا ہے، تو تم جب اللہ کی عظمتِ شان بیان کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں تمہاری عظمتیں دوسرے بندوں کے دلوں میں ڈال دے گا مگر یہ نیت نہ کرو کہ ہم بندوں کے دلوں میں عظیم ہو جائیں، اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی:

اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً وفی اعین الناس کبیراً. (کنز العمال)

اے اللہ مجھے میری نظر میں صغیر فرما مگر بندوں کی نظر میں مجھے حقیر نہ فرما، بندوں کی نظر میں مجھے کبیر کر دے، کیوں کہ اگر دوسرے حقیر سمجھیں گے تو مجھ سے دین کیسے سیکھیں گے، معلوم ہوا کہ **فی اعین الناس کبیراً** کی دعا مانگنا جائز ہے، لیکن عظیم بننے کی نیت سے کرنا جائز نہیں ہے، کوئی عمل اس

نیت سے نہ کرو کہ ہم مخلوق کی نظر میں کبیر ہو جائیں، اور مخلوق ہماری خوب عزت کرے بلکہ ہمیں اللہ مخلوق کی نظر میں بڑا اس لئے دکھائے تاکہ جب ہم ان کو دین کی بات پیش کریں تو بوجہ عظمت کے ہماری بات ان کو قبول کرنا آسان ہو، فی اعین الناس کبیراً کی دعا کا مقصد اپنی ذات کے لئے، دنیوی عزت کے لئے بڑائی مانگنا نہیں ہے، اگر دنیوی عزت کی نیت ہے تو وہی عمل طلب جاہ وریا ہو جائے گا، نیت پر ہر عمل کا دارومدار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی عزت و جاہ کی نیت نہیں سکھائی بلکہ یہ سکھایا کہ اے اللہ آپ اپنے بندوں میں مجھے بڑا تو دکھایئے مگر ایک شرط سے کہ جب آپ مجھے لوگوں کی نظر میں بڑا دکھائیں تو میری نظر میں مجھے چھوٹا دکھایئے، پہلے آپ مجھے میری نظر میں مٹا دیجئے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فی عینی صغیراً مانگا تاکہ اللہ مجھے میری نگاہوں میں حقیر رکھے تاکہ جب اللہ تعالیٰ مجھے فی اعین الناس کبیراً بنائیں اور جب لوگوں کی طرف سے مجھے عظمتیں ملیں تو اس کبیراً کا ضرر مجھے نہ پہنچے، یہاں فی عینی صغیراً دافع ضرر ہے فی اعین الناس کبیراً کا تاکہ جب مخلوق کی نظر میں آپ مجھے بڑا دکھائیں تو میں اپنی نظر میں پہلے ہی حقیر ہو چکا ہوں کیوں کہ جب اپنی نظر میں حقیر ہوں گا تو مخلوق کی تعریف میں آکر اپنے کو بڑا نہیں سمجھوں گا اور مردود ہونے سے بچ جاؤں گا کیونکہ شیطان اپنے کو بڑا سمجھنے سے ہی مردود ہوا۔

سبحان اللہ سے تزکیۂ اخلاق نصیب ہوگا، بحمدہٖ سے آپ کو ثناءِ خلق یعنی حسنۃ کی تفسیر مل جائے گی اور عظیم کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم فرمائیں گے مگر عظمت کی نیت نہ کرنا۔‘‘ (خزائن الحدیث/ ۲۶۸-۲۷۱)

(۱۱) تقدیر کے متعلق ایک اشکال کا جواب

بعض لوگوں کو شیطان الو بناتا ہے کہ ہماری قسمت میں تصوف نہیں ہے، شاید میں بدنصیب ہوں، میری قسمت ہی خراب ہے، اپنے کرتوت، اپنی نالائقیوں کو تقدیر کے حوالے کرتے ہو، یاد رکھو! تقدیر علم الٰہی کا نام ہے، امر الٰہی کا نہیں ہے، یعنی اللہ نے تم کو حکم نہیں دیا کہ تم یہ کام کرو بلکہ جو کام ہم اپنے ارادے سے کرنے والے ہیں اس کو اللہ نے لکھ دیا، ایسا نہیں کہ نعوذ باللہ، اللہ لکھتا ہے کہ تم اب زنا کرو تب ہم زنا کرتے ہیں یا اللہ چاہتا ہے کہ تم جھوٹ بولو تب ہم جھوٹ بولتے ہیں بلکہ یہ سب ہماری بدمعاشیاں اور خباثت طبع ہے، سب کمینے، بے غیرت اور جاہل لوگ ہیں جو اپنے عیب کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، اس کا نام کوشش ناکام ہے، احمقانہ کوشش ہے، لیکن اس سے نقصان کیا پہنچتا ہے؟ جب آدمی اپنی برائیوں کو تقدیر پر ڈال دیتا ہے تو پھر اس کو استغفار و آہ وزاری کی توفیق نہیں ہوتی، کہتا ہے کہ ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا اب کس چیز کی توبہ کریں؟ یاد رکھو! یہ بہت خطرناک شیطانی مرض ہے، اس کی وجہ سے ایک تو شیطان تم کو اللہ والوں سے بدگمان کردے گا کہ ان کے پاس خانقاہ میں اتنے دن رہے پھر بھی قسمت نہ بنی اور دوسرے استغفار و آہ وزاری کی توفیق بھی نہیں ہوگی۔

گناہ پر مجبور ہونہ ہونے کی دلیل: اچھا! اگر تمہاری قسمت میں ہے، تم مجبور ہو تو برا فعل کرنے کے بعد تم کو ندامت کیوں ہوتی ہے؟ تم شرمندہ کیوں ہوتے ہو؟ یہ ندامت دلیل ہے دو چیزوں کی، ایک تو یہ کام برا ہے، اچھے کام پر ندامت ہوتی ہے؟ آپ لوگ یہاں دینی مجلس میں آئے ہیں کیا

کسی کو ندامت ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے؟ سب کا دل خوش ہے یا نہیں؟ تو ندامت علامت ہے دو چیزوں کی، نمبر ا یک یہ کام برا ہے، نمبر دو تم نے اپنے اختیار سے کیا ہے، اس لئے تم اندر سے شرمندہ ہو کہ میں نے یہ کام کیوں کیا، کاش میری بات ظاہر نہ ہوتی اور میرے بڑے اس سے واقف نہ ہوتے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے واقف نہ ہوتے کہ تم میرے امتی ہو کر ایسا کر رہے ہو۔ (خزائن شریعت وطریقت/۳۱۲-۳۱۳)

(۱۲) ایک دعا کی بے مثال تشریح

حدیث پاک کی دعا ہے:

اللّٰھم لا تخزنی فانک بی عالم و لاتعذبنی فانک علی قادر. (کنز العمال)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ مجھ کو رسوا نہ فرمائیے اور اس درخواست کا ہم کو کیا حق ہے، ہم یہ درخواست آپ سے کیوں کر رہے ہیں؟ تو کلامِ نبوت کی بلاغت دیکھئے کہ فاءِ تعلیلیہ سے اس کی علت بیان فرما دی **فانک بی عالم** کیونکہ آپ میرے تمام گناہوں کو جانتے ہیں اور جس کو عیبوں کا علم ہو وہ جب چاہے رسوا کر سکتا ہے، لہٰذا ہم اس کے مستحق ہیں کہ آپ ہم کو رسوا کر دیں **و لاتعذبنی** اور مجھے عذاب نہ دیجئے، یہاں بھی فاءِ تعلیلیہ سے اس کی علت اور سبب بیان فرما دیا **فانک علی قادر** کیونکہ مجھ کو عذاب دینے کی آپ کو پوری قدرت حاصل ہے اور جو پوری قدرت رکھتا ہو اس کو عذاب دینا کچھ مشکل نہیں۔

اس دعاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی شانِ رحمت ہے اور آپ

نے امت کا کتنا اکرام فرمایا اورامت کی کتنی پردہ پوشی فرمائی کہ یوں نہیں فرمایا کہ اے اللہ میری امت کورسوانہ فرما اور میری امت کو عذاب نہ دے، اگرآپ چاہتے تو یہ عنوان اختیار فرما سکتے تھے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے وہ گناہ کرہی نہیں سکتا اس لئے اس پر عذاب ممتنع اور محال ہے، لیکن اس نبی رحمت پر کروڑوں کروڑوں صلوٰۃ وسلام ہوں جنہوں نے اپنی امت کی خطاؤں کو معاف کرانے کے لئے اس کی خطاؤں کوخود اوڑھ لیا اور اپنی ذاتِ گرامی کو پیش فرمایا کہ **اللھم لا تخزنی** اے اللہ! مجھے رسوانہ فرما اور مجھے عذاب نہ دے حالانکہ اس سے مراد یہی ہے کہ میری امت کورسوانہ فرما اور میری امت کو عذاب نہ دے۔

تو **اللھم لا تخزنی** اگرچہ منفی درخواست ہے لیکن اس منفی میں ایک مثبت درخواست بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہمیں رسوا کرنے کی آپ کو قدرت ہے تو رسوا نہ کرنے کی قدرت بھی آپ کو ہے کیونکہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قدرت اس کو کہتے ہیں کہ جو کام کر سکے اس کو نہ بھی کر سکے جیسے ہم ہاتھ اٹھا سکتے ہیں تو ہاتھ گرا بھی سکتے ہیں، اگر کوئی ہاتھ اٹھا سکے اور گرا نہ سکے تو اس کا نام عربی زبان میں تشنج ہے اور اردو میں اکڑ جانا ہے، فارسی میں کزار ہے اور انگریزی میں ٹٹنس (Tetanus) ہے، تو اے اللہ! جب فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے اور فلسفہ آپ ہی کی مخلوق ہے، آپ پر قاضی اور حاکم نہیں ہے، فلسفہ کے حوالے سے تو صرف ہم اپنی ادائیں حصولِ رحمت کے لئے پیش کرتے ہیں کہ اس کے قاعدہ سے جب ہمارے اخزاء پر آپ قادر ہیں تو عدم اخزاء پر بھی قادر ہیں کیونکہ نعوذ باللہ آپ مجبور نہیں ہیں کہ رسوا کرنے پر قادر ہوں اور رسوا نہ کرنے پر قادر نہ ہوں، پس جب دونوں چیزوں کی آپ کو قدرت ہے تو اپنی

قدرتِ اخزاء کا ظہور نہ فرمائیے بلکہ قدرتِ عدم اخزاء کا ظہور فرمائیے یعنی رسوا کرنے والی صفت کا ہم پر ظہور نہ کیجئے بلکہ اس کی ضد اور عکس یعنی رسوا نہ کرنے والی صفت کا ہم پر ظہور فرمائیے کیونکہ اگر صفتِ اخزاء کا آپ نے ظہور فرمایا تو ہم ذلیل وخوار ہوجائیں گے اور ہم آپ کے غلام ہیں اور ہر مالک اپنے غلاموں کی آبرو کا خیال رکھتا ہے جیسے اگر کسی کے نوکر کی عادت چوری کی ہے تو مالک اس پر کسی دوسرے کو مقرر کرتا ہے کہ یہ ہمارا پرانا نوکر ہے، دیکھو یہ چوری نہ کرنے پائے، اس سے ہماری بدنامی ہوگی کہ ہمارا ہوکر چوری کرتا ہے، تو اے اللہ جب دنیا کے آقاؤں کی مخلوق رحمت کا یہ حال ہے تو آپ دنیا بھر کی رحمت کے خالق ہیں، آپ کی رحمتِ بے پایاں کو کیسے پسند ہوگا کہ آپ کے نالائق غلام رسوا ہوجائیں۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کرتے ہیں **ولا تعذبنی** اور اے اللہ! مجھے عذاب نہ دیجئے، یہاں بھی منفی میں مثبت درخواست پوشیدہ ہے کہ عذاب دینے کی قدرت آپ میں موجود ہے تو عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو قدرت ہے لہٰذا آپ کی رحمت سے فریاد ہے کہ عذاب نہ دینے کی قدرت کا مجھ پر ظہور فرمائیے، عذاب دینے کی قدرت کا ظہور نہ فرمائیے اور **فانک علی قادر** میں فاء تعلیلیہ ہے کہ چونکہ آپ مجھ پر پوری قدرت رکھتے ہیں، میں تو آپ کی قدرت کے تحت ہوں اور جو تحت قدرت ہو اس کو عذاب دینا قادرِ مطلق کو کیا مشکل ہے جیسا چھوٹا بچہ باپ سے کہتا ہے کہ ابا میں تو پوری طرح آپ کے بس میں ہوں، آپ میری پٹائی نہ کیجئے، تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دلانے کے لئے یہ جملہ استعمال فرمایا تاکہ امت عذاب سے بچ جائے۔ (خزائن شریعت وطریقت/۳۴۲-۳۴۴)

احقر کا حضرت والاؒ سے تعلق

احقر راقم الحروف اسے اپنے لئے توفیقِ الٰہی اور عظیم سعادت باور کرتا ہے کہ اسے اپنے والد ماجد حضرت اقدس مولانا محمد باقر حسین صاحب رحمہ اللہ (جنہیں حضرت والا سے خاص مناسبت و محبت تھی، اور حضرت والا نے انہیں اجازت وخلافت بھی مرحمت فرمائی تھی) کی توجہ فرمائی اور تاکید کے نتیجہ میں حضرت والا سے ملاقات، زیارت، مجالس میں شرکت، پھر بیعت وارادت اور انتساب و تعلق کا خاص الخاص شرف میسر آیا، متعدد بار کئی کئی دن تک خانقاہ میں حاضری، قیام، معمولات میں شرکت اور حسبِ ظرف واستعداد خوب خوب استفادے کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت والا کی محبتیں اور عنایتیں بھی سمیٹیں، اور خدمتِ حدیث کی نسبت سے حضرت کی خاص توجہ بھی پائی، اور اللہ شاہد ہے کہ دل نے حضرت والا کی طرف بے حد کشش محسوس کی۔

حضرت والاؒ کی علالت

جولائی ۲۰۰۰ء سے حضرت والا کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا، فالج کا حملہ ہوا، یہ سلسلۂ مرض تا وفات جاری رہا، اس پوری مدت میں حضرت مجسم صبر ورضا بالقضاء رہے، اور آپ کے زبان ودل ہمیشہ شکر گذار رہے، مجالس وملفوظات کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا، سالکین وتشنگانِ شرابِ محبت کا تانتا ہمہ وقت بندھا رہتا تھا، حضرت کے خلیفہ اور ممتاز شاعر معرفت جناب خالد اقبال تائب صاحب نے ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں عشاء کے بعد اپنا وہ کلام پڑھا جس میں حضرت کے لئے شفا مانگی گئی ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

میرے مرشد کو مولا شفاء دے
اور نشاں تک مرض کا مٹا دے

تائب صاحب خود بھی رو رہے تھے اور سامعین بھی رو رہے تھے، اور سب حضرت کو

ترحمانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، تو حضرت والا نے یہ بات شدت سے محسوس فرمائی، جب کلام ختم ہوا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ:

''مجھے رحم کی نگاہوں سے نہ دیکھو، میں تو پہلے سے زیادہ وی آئی پی ہوگیا ہوں''؛ کیوں کہ ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بندہ پیش ہوگا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اے بندے! جب میں بیمار تھا تو تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ تو بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ آپ تو بیمار ہونے سے پاک ہیں، تو اللہ ارشاد فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی وہیں پاتا''۔

وفات حسرت آیات

بالآخر ۱۳/سالہ طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء شب دوشنبہ بعد نماز مغرب حضرت والا اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ فتنوں اور معاصی سے لبریز ماحول میں حضرت کے وجودِ بابرکت سے محرومی کا الم ناک حادثہ، ایسا لگتا تھا کہ امت گھنیرے سایہ سے محروم ہوکر تیز دھوپ میں آگئی ہو، نہ جانے کتنے دلوں نے محسوس کیا ہوگا کہ غفلتوں اور گناہوں کی ظلمتوں میں حق کی روشنی بکھیرنے والی شمع گل ہوگئی ہے، اور دور تک صبح کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اگلے دن صبح ۹/بجے نماز جنازہ حضرت کی وصیت کے مطابق حضرت کے خلف الرشید حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی امامت میں ادا کی گئی، ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی سعادت حاصل کی، ہزاروں افراد ٹریفک ہجوم کی وجہ سے نہ پہونچ سکے، سندھ بلوچ سوسائٹی (کراچی) میں حضرت کے وقف کردہ قطعۂ زمین میں آپ

کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت کے ساتھ تقریباً پوری ایک صدی کی تاریخ ختم ہوگئی، وہ بیک وقت راسخ العلم عالم ربانی، عارف حقانی، مصلح مثالی، طبیب جسم وروح، مربیٔ کامل، شاعرِ درد ومحبت ومعرفت، مؤثر واعظ وناصح، قرآن وسنت اور دین کے مستند شارح وترجمان تھے، اللہ نے ان کی ذات میں ایک عالَم جمع کردیا تھا:

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
أن یجمع العالم في واحد

نہ جانے کتنے پتھر آپ کی تراش سے کندن اور ہیرا بنے، حضرت ان بابرکت اور مقدس ہستیوں میں تھے جن کا صرف وجود ہی نامعلوم کتنے فتنوں کے لئے آڑ ثابت ہوتا ہے، پسماندگان میں حضرت کے صاحب زادۂ گرامی اور حضرت کے علوم ومعارف اور حقائق وحکم کے امین اور حضرت کے مشن کے وارث مخدوم محترم حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جن کو حضرت نے اپنی زندگی میں ہی سارے کام سونپ دئے تھے اور اپنے تمام منتسبین ومتعلقین کو ان کی طرف رجوع ہونے کی تاکید فرمادی تھی) اور حضرت کے احفاد کے علاوہ سینکڑوں خلفاء (جن میں ایک بڑی تعداد راسخ العلم، افاضل علماء کی ہے) ومنتسبین ہیں، جن کے ذریعہ حضرت کا فیض بحمد اللہ پھیل رہا ہے، اور انشاء اللہ پھیلتا رہے گا، کہ:

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ عز وجل حضرت والا قدس سرہ کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے درجات عالی فرمائے، اوران کی خدمات کی شایانِ شان جزاء اپنی بارگاہِ رحمت عطا فرمائے، آمین۔

حضرت والا بعض اکابر امت کی نظر میں

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم:

’’حضرت حکیم صاحب قدس سرہ کی ذاتِ گرامی اس وقت سالکان طریقت کے لئے ایک عظیم چشمۂ فیض تھی جس کے آبِ حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی اور نہ جانے کتنے خاندانوں میں وہ حسین انقلاب برپا ہوا جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دل کو تعلق مع اللہ اور یقین و معرفت کا قرار حاصل ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے عہد کے تین مشائخِ عظام کی طویل خدمت وصحبت کی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جو خال خال ہی کسی کے نصیب میں آتی ہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی (قدست اسرارہم) تینوں کے فیض نے انہیں ایسا کندن بنادیا تھا کہ جس کے مس سے مٹی بھی سونے کی خاصیات حاصل کرلیتی ہے۔

۲۳/رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲/جون ۲۰۱۳ء اتوار کے دن عصر کے بعد ان کی حالت نازک ہوگئی، اور جب اتوار کا سورج غروب ہوکر پیر ۲۳/ رجب کی رات شروع ہوئی تو ان کی روح اپنے محبوب حقیقی کے حضور پہنچ گئی، میں اس وقت مدینہ طیبہ میں تھا، مغرب کی نماز کے کچھ ہی دیر بعد مجھے پاکستان اور سعودی عرب کے مختلف حضرات کے پیغامات فون پر ملے جس

سے اس جاں گداز سانحے کی اطلاع ملی، جنازے میں شرکت ممکن نہیں تھی، وہیں مسجد نبوی میں حسب استطاعت دعا وایصال ثواب کی توفیق ہوئی۔

چند روز بعد پاکستان واپسی ہوئی تو ان کی خانقاہ میں ان کے لائق و فائق فرزند جناب مولانا محمد مظہر صاحب اور ان کے دیگر خلفاء کی خدمت میں حاضری دی تو مولانا محمد مظہر صاحب نے بتایا کہ حضرت حکیم صاحب نے یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ ان کا انتقال پیر کے دن ہو، (کیونکہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی) اس کے بعد علالت کے آخری دنوں میں جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا کہ ''آج کونسا دن ہے؟'' جواب ملا کہ بدھ ہے، تو خاموش ہوگئے، پھر دو دن بعد ہوش آیا تو پوچھا تو بتایا گیا کہ جمعہ ہے، پھر خاموش ہوگئے بظاہر وہ پیر کے دن کے انتظار میں تھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی یہ تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ سکراتِ موت اتوار کا دن گزرنے کے بعد پیر کی شب میں طاری ہوئے، اور اسی دن انہوں جان جاں آفریں کے سپرد کردی، رحمه الله رحمة واسعة.

آج حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، لیکن انہوں نے بے شمار افادات کا جو ذخیرہ اور اپنی تربیت سے بنائے ہوئے جو انسان چھوڑے ہیں، ان کی بنا پر ان کا تذکرہ اور ان کے فیوض انشاء اللہ زندہ جاوید رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما''

(۲) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم:

”حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کی ذات بابرکات کا انتقال ہندو پاک کی ملتِ اسلامیہ کی ارشاد وتربیتِ دینی کے دائرہ میں ایک بہت بڑا خسارہ ہے، ادھر متعدد اصحاب وارشاد وتربیت یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اس دائرہ میں بڑی کمی واقع ہوئی، مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے ذریعہ اس کمی کی تلافی ہورہی تھی اور وہ اس کمی کو اپنے بیانات و مواعظ اور اپنی توجہات سے پورا کرتے تھے، ان کے پرتاثیر کلام سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہورہی تھی، ان کا فیضان عام ہورہا تھا، لوگ دین کی طرف متوجہ ہورہے تھے اور اپنی سیرت واخلاق کو سنوار رہے تھے۔“

(۳) حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم:

”عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ مسلک اہل حق کے مؤثر ترجمان اور بواسطہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ، مشرب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مخلص نقیب تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات سے عالمی پیمانہ پر ملت اسلامیہ ایک عظیم ہستی سے محروم ہوئی ہے۔

حضرت حکیم صاحبؒ کے فیض علمی اور عرفانی سے دنیا کے مختلف ممالک کے علماء وصلحاء اور عامۃ المسلمین طویل عرصے تک مستفیض ہوتے رہے اور جہاں بھی حضرت حکیم صاحبؒ کا جانا ہوا، مختصر قیام کے باوجود ان کے سراپا علم ومعرفت کلمات سے لوگوں میں ایمانی قوت کا غیر معمولی اضافہ ہر کس وناکس محسوس کرتا تھا اور ان کی ذات گرامی کی عالمی مقبولیت عوام

وخواص، اہل علم اورحاملین ذوق دین کے ذہنوں میں موج زن تھی، قدر شناس حضرات تحریراً ان کے پر تاثیر کلماتِ عرفانیہ کومحفوظ کر کے ان کے عالمی قدر شناس حلقے کے لئے وسیع پیمانے پر استفادہ کی راہیں پیدا کر دیتے تھے۔ حضرتؒ کا علمی اور عرفانی فیض عالمی پیمانے پر جاری ہے اور ایشیائے ہند میں ہمیشہ جاری رہے گا، جو یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ بن کر دائمی اجر وثواب کا وسیلہ بنا رہے گا۔‘‘

(۴) حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم:

’’آپ جیسے عارف کا دنیا سے چلا جانا باعث ظلمت وتاریکی ہے، یقیناً حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے طریق کے خاص ترجمان تھے اوران کے طریقۂ طرزِ تصوف کا عیاناً اظہار فرماتے تھے۔رحمہ اللہ تعالی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعد بھی ان کے خلفاء و متعلقین کواس طریق پر چلنے بلکہ امت کو چلانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحبؒ کو اعلیٰ مقامات سے نوازے اور ہم سب کی بھی ان کے طفیل مغفرت فرمائے اور جنت نصیب فرمائے۔آمین‘‘

(۵) حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم:

’’حضرت مولانا محمد اخترؒ جب تک اس دنیا میں رہے تو طرح طرح اپنے بیانات سے، اشعار سے، تالیفات وتصنیفات سے، توجہ اور تصرفات سے، محبت وشفقت سے، امت کی خیرخواہی کے بے پناہ پاکیزہ جذبات سے، اپنے مرشدین عالی مقام کی دعاء وبرکات سے نور ونورانیت بکھیرتے

رہے، خلق خدائے تعالیٰ قریب سے اور دور ہوتے بھی ان سے مستفید ہوتی رہی۔

دل گلستاں تھا تو ہر شئ سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہوگیا

حضرت جلّ وعلا نے بیان کی جو نعمتِ عظیمہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کو عطا کی تھی وہ نرالی، انفرادی شان والی تھی جو کم یاب ہی نہیں فی زمانہ نایاب بھی ہے،و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.''

(۶) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم:

''حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قحط الرجال کے اس دور میں ایک عظیم شخصیت تھے، جن سے دنیا کو روحانی فیض پہنچا، حضرت مولانا حکیم اختر صاحبؒ کی روحانی مجالس، مواعظ اور تربیت سے بڑی خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان کی زبان میں اللہ نے بڑی مٹھاس اور تاثیر رکھی تھی، جو کچھ بولتے تھے اور لکھتے تھے اس سے دل میں حرارت پیدا ہوتی تھی، بہترین شاعر بھی تھے، دنیا کی بے ثباتی پر ان کے اشعار اپنے اندر ایک خاص کیفیت اور اثر رکھتے ہیں، جن کو سننے کے بعد آدمی تڑپ اٹھتا ہے، اور ان کے اصلاحی بیانات میں تربیت کا ایک خاص انداز نظر آتا ہے، جس میں علمیت کے ساتھ روحانیت اور سوز کے ساتھ درد بھی پایا جاتا ہے۔

حضرت مرحوم، حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے سلسلہ سے وابستہ تھے، ان کے اصلاحی بیانات اور مجلسوں سے خوش گواری کی فضا پیدا ہوئی اور وہ آخری دم تک بندگانِ خدا کی

دینی خدمت میں لگے رہے، اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تعلیمات اور اصلاحی فکر کو انہوں نے زندہ رکھا۔‘‘

(۷) حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم:

’’ہمارے حضرت والا حکیم صاحب قدس سرہ کو اپنے بزرگوں کا اعتماد اور ان کی خوشیاں حاصل رہیں جو بعد میں ان کے عالمی افادات کا ذریعہ بنیں، یقیناً وہ فناء فی الشیخ، فناء فی اللہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ہر جگہ برجستہ اپنے مشائخ کے ملفوظات ان کو یاد آ جاتے تھے، قطب بینی بہت چوکس تھی، بہرحال حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہ آیۃ من اٰیات اللہ تھے اور گوناگوں کمالات سے متصف تھے۔‘‘

(مستفاد از فغان اختر)

جانشین اور خلفاء ومجازین

حضرت والا کے خلفاء ومجازین کی تعداد ۶۰۰ر سے متجاوز ہے، اس سے حضرت کے دائرہ فیوض کی وسعت اور عالمی مقبولیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس مختصر رسالہ میں تمام خلفاء کے نام شامل نہیں کیے جاسکتے، تاہم چند ممتاز خلفاء کے اسماء گرامی درج کیے جاتے ہیں:

جانشین:

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت محی السنہ ہردوئیؒ و صاحبزادہ حضرت والاؒ۔

ممتاز خلفاء ومجازین

(۱) جناب سید عشرت جمیل میر صاحب کراچی (خادم خاص حضرت والاؒ)

(۲) حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند

(۳) حضرت مولانا محمد باقر حسین قاسمیؒ بانی دارالعلوم بستی وسابق مہتمم جامعہ امدادیہ مرادآباد

(۴) جناب مولانا شفیق احمد بستوی صاحب کراچی

(۵) جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب بن حضرت مولانا محمد مظہر صاحب کراچی

(۶) جناب ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب لاہور

(۷) جناب مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب کراچی

(۸) جناب مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کراچی

(۹) جناب مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب کراچی

(۱۰) جناب مفتی احمد ممتاز صاحب کراچی

(۱۱) جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب کراچی

(۱۲) جناب مولانا عبدالرشید صاحب کراچی

(۱۳) جناب مولانا محمد الیاس گھمن صاحب سرگودھا

(۱۴) جناب خالد اقبال تائب صاحب کراچی

(۱۵) جناب شاہین اقبال اثر صاحب کراچی

(۱۶) جناب فیروز میمن صاحب کراچی

(۱۷) جناب مولانا عبدالحمید صاحب افریقہ

(۱۸) جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی افریقہ

(۱۹) جناب مولانا یونس پٹیل صاحبؒ افریقہ

(۲۰) جناب مفتی حسین بھیات صاحبؒ افریقہ

(۲۱) جناب مفتی زبیر بھیات صاحب افریقہ

(۲۲) جناب مولانا پروفیسر سید سلمان ندوی صاحب بن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ (افریقہ)

(۲۳) جناب مولانا حافظ داؤد بدات صاحب (ری یونین)

(۲۴) جناب ڈاکٹر اسماعیل آدم پٹیل صاحب برطانیہ

(۲۵) جناب مولانا محمد یونس سورتی صاحب برطانیہ

(۲۶) جناب مولانا منور سورتی صاحب برطانیہ

(۲۷) جناب مولانا ایوب سورتی صاحب برطانیہ

(۲۸) جناب مولانا عبدالرحمٰن کوثر صاحب مدینہ منورہ

(۲۹) جناب مولانا عبداللہ مدنی صاحب مدینہ

(۳۰) جناب مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی صاحب دبئی

(۳۱) جناب مولانا قاری محمد یعقوب صاحب دبئی۔

(۳۲) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب (ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد)

(۳۳) جناب قاری صوفی نورالزمان صاحب الہ آباد

❑❑❑

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک وبیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے پانچ ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے، صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ خشوع کے موضوع پر جو

فاضلانہ اور عالمانہ مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص و عام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پرسوز، پردرد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی باضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پرکشش اور اچھوتا ہے۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پراثر تحریر ''قصة حياة عمر'' کی ترجمانی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و عبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگارنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس

ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطّوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام: جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق

یہ کتاب معاشرتی اصلاح اور سیرت وکردار کی تعمیر کے تعلق سے بے حد مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بڑی تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، دور حاضر میں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اوراس کی انسانیت نواز تعلیمات کوواضح کرتی ہے،اس میں اسلام کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن واسلامتی، اخوت ووحدت، مساوات واجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

حضرت شیخ الہندؒ: شخصیت، خدمات وامتیازات
والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)
مقام صحابہ اور غیر مقلدین
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)
اسلام اور دہشت گردی
بنیادی دینی اور تاریخی معلومات

● عربی کتب:

علوم القرآن الكريم
وان المساجد لله
لمعات من الاعجاز القرآني البديع
اصول المعاش الاسلامی فی ضوء نصوص الكتاب والسنة......
نظرة عابرة على القضاء والقضاة فی الاسلام
بحوث علمية فقهية

نوٹ: یہ کتابیں مندرجہ ذیل پتوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں:

(۱) اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی (۲) فرید بک ڈپو دہلی (۳) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (۴) جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد